حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ سے منسوب دکنی رسالہ

در الاسرار

(تحقیقی مطالعہ مرتبہ متن اور جدید روپ)

ڈاکٹر م ن سعید ایم اے پی ایچ ڈی

لینگویج اینڈ کلچر اکاڈمی بنگلور

حضرت خواجہ بندہ نوازؒ سے منسوب رسالہ

دُرالاسرار

حضرت خواجہ بندہ نوازؒ سے منسوب رسالہ

دُرالاسرار

(تحقیقی مطالعہ، مرتّبہ متن اور جدید روپ)

ڈاکٹر م ن سعید ایم اے، پی ایچ ڈی

لینگویج اینڈ کلچر اکاڈمی بنگلور

۱۹۸۴

DARUL ASRAR — A famous work of sufism in old urdu attributed to Saint Khawja Banda Nawaz of Gulbarga —Research study, edited text and modern rendering by Dr. MEEM NOON SAYEED, M.A., Ph.D. Head of the Dept. of Urdu, Govt. Arts College, Bangalore. Published by Language and Culture Academy, Modi Mosque Complex, Tasker Town, Bangalore-560051. Pages 100. Price Rs.20 October 1984. Copyright Author.

اکتوبر ۱۹۸۴

پہلا ایڈیشن

قیمت : بیس روپیے

کتابت : م ن سعید

زیر اہتمام اقبال النسا، کرانیڈ ڈیزائن میں بذریعہ فوٹو آفسیٹ
چھپ کر لینگویج اینڈ کلچر اکیڈمی، مودی مسجد کامپلیکس، ٹاسکر ٹاؤن، بنگلور ۵۱
سے شائع ہوئی۔

اردو میں باقاعدہ تحریر کی ابتدا کے تعلق سے

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا اسمِ گرامی تاریخ زبانِ اردو میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ قدیم اردو کے متعدد رسالے آپ سے منسوب ہیں۔ اس کے علاوہ دکن کا شاید ہی کوئی ایسا قدیم کتب خانہ ہو جہاں حضرت خواجہ سے منسوب کوئی نہ کوئی رسالہ یا تحریر نہ ملتی ہو۔

"درالاسرار" آپ سے منسوب رسالوں میں کافی شہرت رکھتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں یہ تحقیق کی گئی ہے کہ آیا اس رسالے سے آپ کا انتساب درست ہے؟ چوں کہ بنیادی مسئلہ اس رسالے کے انتساب کا ہے اس لئے بحث کو اسی ایک موضوع تک محدود رکھا گیا ہے۔ کتاب کو ضخامت کا اعتبار دینے کے لئے خواہ مخواہ ہی حضرت خواجہ کے سوانح، عہد، لسانی خصوصیات وغیرہ شامل نہیں کئے گئے۔ کتاب کے مطالعے کے بعد مجھے امید ہے کہ آپ اس

نظریہ سے اتفاق کریں گے۔

تحقیقی مطالعے کے بعد "درالاسرار" کا متن اور اس کا جدید روپ بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ رسالے کا متن دستیاب تیرہ نسخوں کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ہے کیوں کر کسی ایک نسخے کو بنیاد مان کر باقی بارہ نسخوں کے محض اختلافات درج کر دینے کا بظاہر کوئی فائدہ نظر نہ آیا۔ جدید روپ اس خیال سے پیش کیا گیا ہے کہ دکنی سے ناواقف حضرات کے لیئے انتساب کی بحث معنی خیز ثابت ہو سکے۔

امید ہے کہ حضرت خواجہ سے منسوب رسالوں کی حقیقت جاننے کے سلسلے میں یہ مطالعہ کار آمد ثابت ہو سکے گا۔

بنگلور، ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۴

م ن سعید

فہرستِ عنوانات

اِنتساب

دراالاسرار حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے منسوب دکنی رسالوں میں بہنایت معروف رسالہ ہے۔ مولوی عبدالحق، حضرت خواجہ سے منسوب ـــــ مشہور رسالے "معراج العاشقین" کے ذکر میں دوسرے منسوب رسالوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں،

"علاوہ اس رسالے کے، میرے پاس آپ کے متعدد اور رسالے اس زبان میں ہیں۔ تلاوت الوجود، دراالاسرار، شکار نامہ، تمثیل نامہ، ہشت مسائل وغیرہ" ل

نصیرالدین ہاشمی نے دکن میں اردو میں حضرت خواجہ کی لکھی

ل اردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام صہ۲۱

تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

" آپ کی چھ تصانیف کا پتہ چلتا ہے۔ یعنی معراج العاشقین وہدایت نامہ، تلاوت الوجود اور تلکار نامہ اور رسالہ سہ بارہ وغیرہ"

اس بیان میں انہوں نے "درالاسرار" کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن آگے چل کر حضرت خواجہ کی 'تصانیف' کے چند نمونے پیش کرتے ہوئے "درالاسرار" کا نمونہ بھی پیش کیا ہے۔ "معراج العاشقین" اور "سہ بارہ" سے اقتباسات پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" ایک دوسری کتاب کی نثر کا نمونہ۔

کنت کنزاً مخفیاً فاحبت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی سلطان اپنے ذات کے دریا میں گنج مخفی چھپا کر رکھیا تھا یقا کے موتیاں سوں بھر کر......"

یہ اقتباس سات آٹھ سطروں پر مشتمل ہے۔ ہاشمی صاحب نے آخر میں کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے:

" مخطوطہ درالاسرار کتب خانہ سالار جنگ"

عجیب بات ہے کہ اپنی ہی مرتب کردہ کتب خانہ سالار جنگ کی "اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست" میں اسی قدر وثوق کے ساتھ وہ "درالاسرار" کو حضرت خواجہ سے منسوب نہیں کرتے۔ اِس فہرست میں انہوں نے "رسالہ درالاسرار" کے چار نسخوں کا ذکر کیا ہے

اور مصنف کے بارے میں لکھا

"ابھی یہ فیصلہ مشکل ہے کہ مصنف کون ہے، معلوم نہیں، مگر اغلب ہے

ہے کہ خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو دراز کے کسی عقیدت مند

نے ان کے انتساب سے لکھا ہے۔" [۱]

پھر اپنا خیال ظاہر کرتے ہیں،

"ہمارے خیال میں کوئی گمنام شاعر سلطان کا ہم عصر

ہے جس کا ذکر دکن میں اردو میں کیا گیا ہے

زمانہ تصنیف ۹۳۰ھ ہے" [۲]

کتب خانۂ سالار جنگ کی وضاحتی فہرست ۱۹۵۷ء میں چھپی

اس فہرست میں انہوں نے درالاسرار کو سلطان کی تصنیف بتایا ہے۔

کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد کی فہرست بھی ہاشمی صاحب ہی نے ۱۹۶۱ میں

شائع کی لیکن نسخے سے متعارف رہنے کے باوجود انہوں نے اسے انہی

نمونوں کے ساتھ ایک بار پھر حضرت خواجہ بندہ نواز سے منسوب کرتے ہوئے

قبل ۸۲۵ھ کی تصنیف بتایا ہے۔ [۳]

ہاشمی صاحب کے تذبذب کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ کتب

خانۂ سالار جنگ حیدرآباد کے مخطوطات میں سرنامے یا ترقیمے میں کہیں

---

۱ اردو قلمی کتابوں کی فہرست ص ۱۸۲ ۲ اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست ص ۱۸۲ ۳ کتب خانۂ آصفیہ کی وضاحتی فہرست دوم ص ۱۸۱

حضرت خواجہ سے انتساب نہیں ملتا ۔ البتہ نسخہ نمبر ۴۵ (وضاحتی فہرست ۲۱۴) کے متن میں " اوس ہادی شاہ سلطان کے مدد سوں سالکاں ہور طالباں کے واسطے اوس بقا کے گنج میں سوں کتیک موتیاں چن کر لیا ہوں " کے الفاظ ملتے ہیں ۔ ان کے پیش نظر ہاشمی صاحب نے " شاہ سلطان " ہی کو اس رسالے کا مصنف قرار دے دیا ہے ۔

کتب خانۂ آصفیہ کے چار نسخوں میں سے ایک نسخہ نمبر ۱۰۵۶ میں سرنامے پر کتاب کو حضرت خواجہ بندہ نواز سے منسوب کیا گیا ہے ۔ اِس لئے حالانکہ اس سے پیشتر کتب خانۂ سالار جنگ حیدرآباد کی فہرست میں ہاشمی صاحب نے اسی رسالے کو شاہ سلطان کا ظاہر کیا ہے ، نہ صرف اِس رسالے کو بلکہ باقی دو رسالوں کو بھی حضرت خواجہ بندہ نواز سے منسوب کر دیا ہے ۔

مولوی عبدالحق اور نصیر الدین ہاشمی کے علاوہ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ ، ڈاکٹر ثمینہ شوکت ، پروفیسر عبدالقادر سروری وغیرہم نے " درالاسرار " کو حضرت خواجہ بندہ نواز سے منسوب کیا ہے ۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے ادارۂ ادبیاتِ اردو حیدرآباد کے دو نسخوں کا ذکر کیا ہے اور انہیں اپنی کتاب " اردو نثر کا آغاز اور ارتقا " میں ہر جگہ " ذرالاسرار " لکھا ہے ۔ تیسرے نسخے کا انہوں نے کوئی ذکر نہیں کیا ۔ نسخہ نمبر ۹۵ کا جو اقتباس انہوں نے پیش کیا ہے ، اس میں کسی اور رسالے کا اقتباس اپنی طرف سے شامل کر دیا ہے اور آگے چل

کر کہتی ہیں کہ

" مرید سلطان سے منسوب دار الاسرار کی عبارت بھی وہی ہے "

یہ بات صحیح نہیں ہے۔ نسخہ نمبر ۹۵ کی اصل عبارت اور ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ کا دیا ہوا اقتباس درج ذیل ہے۔

نسخہ نمبر ۹۵	ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ کا اقتباس
کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی آں سلطان اپنی ذات کے دریا میں چھپا راس (راز) گنج رکھیا تھا بقا کے موتیوں سوں بھر کر اور اس حال میں یکایک اوس گنج کی طرف نظر کیا۔ اوس موتیوں کا اوجالا دیکھ کر عاشق ہوا اور مصلحت تجویز میں لایا جو لاج کے موتیاں چھوپا کر رکھنا خوب نہیں بلکہ عشق کے بازار میں ظاہر کرنا بھلا ہے۔ ولیکن بغیر از جوہری یہ موتیوں کا قدر نا ہوسی۔ یہ تجویز میں تھا اور تجویز آپس میں کیا اور جوہریاں کوں ظاہر میں لانے	پہلا دُر کنت کنزاً مخفی فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنے آں سلطان اپنی ذات کے دریا میں چار راس گنج رکھیا تھا بقا کے موتیوں سوں بھر کر اور اس حال میں یکایک اس گنج کی طرف نظر کیا۔ اس موتیوں کا اجالا دکھ کر عاشق ہوا مصلحت تجویز میں وہ جو لاج کے موتیاں چھوپا کر رکھنا خوب نہیں بلکہ عاشقاں کے بازار میں ظاہر کرنا بھلا ہے۔ واجب الوجود کی باٹ شریعت کا مقام نفس امارہ ہے ذکر جلی زبان سے بولنا اور اللہ تعالیٰ منع کیا سو نیں کرنا سبب سے

کہا۔ | بہز ذکر قلبی ہے اور اللہ محبت زیادہ رکھنا۔ [1]

زیرِ خط کئے ہوئے فقرے ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ صاحبہ کا اضافہ ہیں۔ اصل نسخے میں یہ الفاظ نہیں ملتے۔ معلوم نہیں انہوں نے کس رسالے کی عبارت کو "درالاسرار" میں خلط ملط کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کتب خانۂ روضتین گلبرگہ کے ایک اور نسخے "دارالاسرار" کا بھی ذکر کیا ہے جسے وہ "خواجہ بندہ نواز سے منسوب رسالوں میں منسلک" ہونے کی وجہ سے حضرت بندہ نواز ہی کا رسالہ خیال کرتی ہیں [2] ورنہ اس رسالے کے پیش کردہ اقتباس یا سرنامے یا ترقیمے کی کسی عبارت سے اس کے حضرت بندہ نواز کا رسالہ ہونے کا کوئی قرینہ پایا نہیں جاتا۔

نسخے

درالاسرار کے نسخے کتب خانۂ سالار جنگ، کتب خانۂ آصفیہ، کتب خانۂ ادارۂ ادبیاتِ اردو، حیدرآباد، کتب خانۂ

---

[1] اردو نثر کا آغاز اور ارتقا ص۱ [2] ایضاً ص۱

روضتین گلبرگہ، کتب خانۂ انجمن ترقیٔ اردو، دہلی اور راقم الحروف کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ ہیں۔

"درالاسرار" ایک مختصر رسالہ ہے جو اوسطاً پچیس صفحات پر مشتمل ہے۔ بڑی تقطیع میں لکھے گئے نسخے نو دس صفحات میں بھی آ گئے ہیں۔ سوائے کتب خانۂ روضتین، گلبرگہ کے نسخے کے سب نسخوں کا متن ایک ہی ہے۔

رسالے کی ابتدا میں ایک مختصر سی تمثیل ہے اور بعد میں اسی تمثیل کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس وضاحت کے ضمن میں یہ بتایا گیا ہے کہ آیاتِ قرآنی "موتی" ہیں جو ذاتِ باری تعالیٰ کے سمندر سے برآمد کی گئی ہیں۔ انہیں "راز کے معنی کے تاگے میں پرویا گیا ہے" اور اسی نسبت سے کتاب کا نام "درالاسرار" رکھا گیا ہے۔

"........ سالکاں کے ہور طالباں کے واسطے اس بقا کے گنج میں سے کتیک موتیاں چن کر لیایا ہوں اور راز کے معنی کے تاگے میں پرویا ہوں اور تب اس رسالے کا نام درالاسرار رکھیا ہوں" [1]

ابتدائی کلمات میں ہی کتاب کی تصنیف کا سبب یوں

---

[1] درالاسرار نمبر ۱۰۵۶ کتب خانۂ آصفیہ

ظاہر کیا گیا ہے۔

"اس رسالے تے عاشقاں کو عشق پیدا ہووے گا ہور
کوئی طلب خدا کے پانے کی کرے گا تو پڑھنے والا ہور
سننے والا خدا کے طلب میں آئے گا ہور خدا کی آشنائی
پیدا کرے گا ہور واصلِ حق کہلائے گا"

اِس رسالے میں نو آیات/احادیث کی ترجمانی کی بحث اٹھائی گئی ہے۔ آیت/حدیث پیش کرنے کے بعد یہ سوال کیا گیا ہے کہ اِس کا اصل مفہوم کیا ہے؟ مروجہ مکاتیبِ تصوف اس کی کیا ترجمانی کرتے ہیں اور کیا یہ ترجمانی قابلِ قبول ہے؟ ان سوالات کو تشنہ چھوڑ کر یہ جواب دیا ہے کہ ان کی صحیح تفہیم سوائے مرشدِ کامل کے کوئی اور کر نہیں سکتا' اس لئے انہیں سے رجوع کرنا چاہیے۔ ہر بار اپنی بات اِسی شعر پر ختم کی ہے کہ

بہائے دُر معما ما ندا لحال
اگر خواہی بپرس از صاحبِ حال

مصنفِ کتاب کا منشا یہ ہے کہ خصوصاً اِن نو آیات و احادیث کا مفہوم بغیر عرفانِ الٰہی ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے ان کے معنی کی جستجو کرنا سالک کے لئے بہت ضروری ہے

اس رسالے کے نسخے حسبِ ذیل کتب خانوں میں محفوظ ہیں:

کتب خانۂ سالار جنگ حیدر آباد - ۴ نسخے

کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد - ۲ نسخے

ادارۂ ادبیات اردو، حیدر آباد - ۳ نسخے

کتب خانۂ روضتین، گلبرگہ - ۱ نسخہ

کتب خانۂ انجمن ترقی اردو، دہلی - ۱ نسخہ

ذاتی کتب خانہ - ۱ نسخہ

نسخوں کی کیفیت

کتب خانۂ سالار جنگ کے نسخے

کتب خانۂ سالار جنگ حیدر آباد میں "درالاسرار" کے جو چار نسخے موجود ہیں ان میں ایک نسخہ نامکمل ہے۔ ایک اور نسخے کے اختتام کے بعد بھی کچھ الحاقی متن ملتا ہے۔ ان سب نسخوں کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

نسخہ نمبر ۴۵ : ۲۳ صفحات کا یہ نسخہ خستہ حالت میں ہے۔ صفحات درمیان میں تیزابی سیاہی کے باعث جل کر پھٹ گئے ہیں۔ انہیں شفاف کاغذ سے محفوظ کیا گیا ہے۔ فی صفحہ ۱۲ سطریں۔ سائز ۱۵×۲۱ سنٹی میٹر۔ لوح پر صرف "درالاسرار" لکھا ہے۔ یہ رسالہ مکمل ہے لیکن اس کے اختتام سے ملا کر تین صفحات کا متن اور اضافہ کر دیا گیا ہے۔

جس کا اس رسالے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ رسالے کا اصل متن ان جملوں پر ختم ہو جاتا ہے۔

"اور جو کوئی اس راز سوں تجے نا بجھا سکے گا تو ویسے رہزن کر جان۔ زیادہ کہنا کیا حاجت ہے۔ سالک کوں اتنا چہ اشارت بس ہے"

اس کے بعد الحاقی متن ہے جس کا اختتام ان جملوں پر ہوا ہے۔

"اگر کوئی تج کوں پوچھے گا کہ توں خدا کوں دیکھا ہے' توں چپ رہ۔ اگر دیکھا ہوں کہا تو شرک ہوتا ہے ہور نہیں دیکھا کہا تو کافر ہوتا ہے"

نصیرالدین ہاشمی صاحب نے یہ عبارت نقل کر کے نسخے کو ناقص الآخر ٹھیرایا ہے جو صحیح نہیں ہے۔[1]

اس رسالے میں حضرت بندہ نواز سے انتساب نہیں ملتا۔

نسخہ نمبر ۴۶:

یہ پچیس صفحات کا رسالہ ہے۔ سائز ۲۳ × ۱۶ سنٹی میٹر۔ ۱۳ سطر فی صفحہ اور ہر صفحے پر چوطرف سرخ حاشیہ کھینچا گیا ہے۔

---

[1] اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست ص ۱۸۴

اس رسالے کی لوح پر " رسالہ در الاسرار" لکھا ہوا ہے۔ سرنامے پر کسی سے انتساب نہیں ملتا۔ ترقیمہ بھی نہیں ہے۔ پورے رسالے میں حضرت بندہ نواز سے انتساب کا کوئی قرینہ بھی نہیں ہے۔

نسخہ نمبر ۴۷ :

یہ تیرہ صفحات کا رسالہ ہے۔ لوح پر صرف "درالاسرار" لکھا ہے۔ سائز ۱۶ × ۲۰ سنٹی میٹر۔ فی صفحہ ۱۲ تا ۱۴ سطریں آئی ہیں۔ میلے رنگ کا کاغذ۔ سیاہی دوسرے رُخ پر نکل آئی ہے۔

اس نسخے میں نو در کا بیان ملتا ہے لیکن آخر کی چند سطریں نہیں ملتیں۔ ان کے بجائے اولیائے چشت کی ایک نامکمل فہرست پر رسالہ ختم ہو گیا ہے۔

"اس بولنے تے شرم آتی ہے۔ میں ہوں نہ او ہے۔ او حال کاں تے آیا ہے۔ حیف اے سالک اس راز میں حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت خواجہ عثمان ہارونی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضرت فریدالدین شکر گنج، حضرت خواجہ نظام الدین بدوانی، حضرت خواجہ نصیرالدین قدس سرہٗ"

رسالے کا کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز سے کوئی انتساب بھی نہیں ملتا۔

کتب خانۂ آصفیہ کے نسخے :

کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد میں رسالہ درالاسرار کے چار نسخے ہیں۔ فہرستِ مخطوطات میں تین نسخوں کو درالاسرار اور چوتھے نسخے کو ترجمہ درالاسرار ظاہر کیا گیا ہے۔ کتب خانۂ آصفیہ کے تینوں نسخے مکمل حالت میں ہیں۔ ایک نسخے میں تفہیم کی خاطر اس قدر تشریحات شامل کر دی گئی ہیں کہ رسالے کی اصلیت مجروح ہو گئی ہے۔ اس کے باوجود یہ نسخہ خاص اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ شارح نے کتاب کے ترقیمے میں درالاسرار کے مصنف کا ذکر کیا ہے۔

نسخہ نمبر ۱۰۵۶ :

اس نسخے کی لوح پر حضرت خواجہ بندہ نواز سے انتساب ملتا ہے۔

" درالاسرار از تصنیفِ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز"

سائز ۱۶ × ۲۰ سنٹی میٹر۔ ۱۹ سطر فی صفحہ۔ یہ نسخہ مکمل ہے۔ ترقیمے میں تاریخ کتابت ۱۲۷۳ھ ملتی ہے۔

" کاتب الحروف میر احمد علی برائے مطالعہ نمودن حضرت سید عبداللہ صاحب بروزِ جمعہ بتاریخ نہم ماہ صفر المظفر ۱۲۷۳ ہجری قدسی"

نصیر الدین ہاشمی صاحب نے اسے حضرت خواجہ بندہ

نواز سے منسوب کیا ہے[1]

نسخہ نمبر ۴۳ :

یہ نسخہ موٹے دیسی کاغذ پر لکھا گیا ہے۔ صفحات ۲۴ اور سائز ۲۳ × ۱۲ سنٹی میٹر۔ ۲۳ سطریں فی صفحہ۔ یہ نسخہ مکمل ہے۔ لوح پر صرف "درالاسرار" لکھا ہوا ہے۔ کوئی ترقیمہ نہیں۔ حضرت بندہ نواز سے انتساب نہیں ملتا۔

نسخہ نمبر ۳۴۸۸ :

بڑی تقطیع کے آٹھ صفحات پر لکھا گیا یہ نسخہ حال کا نسخہ معلوم ہوتا ہے۔ سائز ۱۹ × ۳۰ سنٹی میٹر۔ ۲۴ سطریں فی صفحہ۔ لوح پر صرف "درالاسرار" لکھا ہوا ہے۔ کتابت کی تاریخ درج نہیں لیکن کاتب کا قلم جدید معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے دَور کا کچھ بیان جو پہلے شامل ہونے سے رہ گیا تھا، اختتام سے پہلے جوڑ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آخری چند سطریں بھی الحاقی ہیں۔ ترقیمہ نہیں اور حضرت خواجہ بندہ نواز سے انتساب نہیں ملتا۔

نسخہ نمبر ۳۷ :

یہ نسخہ ایک جلد میں دوسرے رسالوں کے ساتھ محفوظ ہے۔ اس نسخے میں درالاسرار کا اصل متن تو ہے ہی، ساتھ ہی ناقل

---

[1] اردو مخطوطات جلد دوم ص۱۸۱

کتاب کی اپنی تشریحات بھی متن کے درمیان میں شامل کر دی گئی ہیں۔
ان تشریحات کو خارج کر کے کتاب کا اصل متن الگ کیا جا سکتا ہے۔
لیکن ان تشریحات کی شمولیت کے باعث کتاب کے ناقل نعمت اللہ
شاہ صاحب نے کتاب کے ترقیمے میں جو بیان دیا ہے وہ خاص اہمیت
کا حامل ہے کیوں کہ اس سے کتاب کے مصنف کا نام معلوم ہوتا ہے

موجودہ حالت میں اس نسخے کا پہلا صفحہ نہیں ملتا۔
ابتدا کی تین یا چار سطریں چھوٹ گئی ہیں۔ لیکن نصیر الدین ہاشمی صاحب
نے وضاحتی فہرست میں رسالے کی ابتدائی عبارت دی ہے جو درحقیقت
بلکہ کسی اور رسالے کی عبارت ہے۔

اس رسالے کی خصوصیت یہ ہے کہ اصل متن میں جہاں
جہاں مصنف نے بعض سوال اٹھائے ہیں، ان کے جواب "ناقلِ کتاب"
نے "اپنی سمجھ کے موافق" شامل کر دیئے ہیں۔ مزید وضاحت کے لئے
کہیں کہیں متصوفانہ مثنویوں کے اشعار اور فارسی کے کثیر اشعار فراخ
دلی کے ساتھ شامل کر دیئے ہیں۔ ان میں حضرت خواجہ بندہ نواز کے
علاوہ دوسرے شعرا اور صوفیا کے اشعار بھی ہیں اور حضرت خواجہ کے
بعد لکھی جانے والی تصانیف کے حوالے بھی۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت خواجہ برہان الدین صاحب فرماتے ہیں،

کن آدم کا ناہات .... کہنا کیوں انسان

۲۔ نہیں ہے دونوں جہاں میں سوائے اس کے، ہور
"شمائل الاتقیاد" میں فرماتے ہیں،

آتا ہے نظر میں مجھے ہور رایا۔ بہت کچھ
سو اک تو توحید ہے ہور دوسرا نہیچ دستا

۳۔ خواجہ امین الدین اعلیٰ کے خلیفہ شاہ علی گوہر فرماتے
ہیں،

مرنا مرنا سب کو ہے اپنا نا بھانا مرنا
دکھ سکھ تو نیں سارے مرتے ایساں کیوں کیا کرنا

۴۔ پیدا کیا آدم کوں اپنے صورت جیسا' یہ اشارت
سید محمد حسینی گیسو دراز سوں سُن۔

در دیدہ ہمہ عالم بجز عین یقین است
اما چکنند کسے کہ ازیں راز خبر نیست

ترقیمے میں یہ "اعتراف" موجود ہے کہ یہ نقل مطابق اصل نہیں
بلکہ "شرح" ہے۔

"یہ درالاسرار از حضرت شاہ سلطان ثانی
صاحب فرماتے ہیں سو اوس کا شرح فقیر حقیر
نعمت اللہ شاہ اپنے سمجھ کے موافق کہے ہیں برشد
خواجہ نصیرالدین حسینی کے صدقے سوں کہا۔ اگر
شرح میں تفاوت آوے تو اپنے پرورش کے نگاہ

سول پرورش کرد ..... تمام شد"

ذاتی کتب خانے کا نسخہ

راقم الحروف کے کتب خانے میں "درالاسرار" کا ایک نسخہ موجود ہے ۱۴ × ۴۰ سنٹی میٹر کا یہ نسخہ ۱۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

" رسالہ دور الاسرار من تصنیفِ حضرت خواجہ صدرالدین ابوالفتح حضرت بندگی حضرت میراں سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہٗ العزیز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خیر خلقہ محمد و آلہٖ و اصحاب اجمعین۔
حدیثِ قدسی۔ کنت کنزاً مخفیاً فاحبت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف"

اس نسخے کا اختتام نویں در کے بیان کی ابتداء ہی پر ہو گیا ہے۔ اختتام کی عبارت یہ ہے،

"بابِ نہم در قال اللہ لارب و لاعبد و لاانتم و لاانا،
تمت "

اس کا کوئی ترقیمہ نہیں اور تاریخ کتابت بھی کہیں درج نہیں ہے۔

کتب خانہ' روضتین' گلبرگہ کا نسخہ

حضرت خواجہ کی آرام گاہ گلبرگہ کے کتب خانۂ

روضاتین گلبرگہ کی فہرستِ مخطوطات میں ایک رسالہ " درالاسرار" حضرت بندہ نواز سے منسوب ملتا ہے[1] اِسی جلد میں اردو "شکارنامہ" کا ایک نسخہ بھی بندھا ہوا ہے۔

یہ پانچ صفحات کا رسالہ ہے۔ اب تک ذکر کئے گئے نسخوں میں سب سے چھوٹا ہے۔ اس کا متن بھی دوسرے نسخوں سے یکسر الگ ہے۔ اس میں " نو دُر" کی تقسیم ملتی ہے اور نہ متن میں حضرت خواجہ بندہ نواز کے اشعار کا حوالہ ملتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اِس مخطوطے کے سرنامے پر حضرت بندہ نواز سے انتساب تک نہیں ملتا۔ ترقیمے میں بھی انتساب کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ مخطوطے کی لوح پر کسی نے اپنی طرف سے "رسالہ درالاسرار" لکھ دیا ہے[2]

اب تک ذکر کئے گئے نسخوں کی ابتدائی عبارت میں کوئی اختلاف نہیں۔ تمام نسخے اس طرح شروع ہوتے ہیں۔

" کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ یعنی او سلطان اپنے ذات کے دریا میں چھپا راز گنج رکھا تھا

---

[1] درالاسرار داخلہ نمبر ۸۷ جلد نمبر ۲۷ [2] ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ صاحبہ نے اس کی قرأت " دار الاسرار " کی ہے اور دوسرے نسخوں کو بھی "دارالاسرار" ہی لکھا ہے۔ دیکھئے "اردو نثر کا آغاز اور ارتقا "

تھا کے موتیاں سوں بھر کر صور اوس حال میں یکایک اوس
گنج طرف نظر گیا ہور اوس موتیاں کا اوجالا دیکھ کر عاشق ہوا
ہور مصلحت تجویز میں آیا جو ایسے راز کے موتیاں چھپا کر رکھنا
خوب نہیں ...."

لیکن روضتین کے نسخے کی ابتدائی عبارت ہی نہیں، تمام کا تمام
متن دوسرے سب نسخوں سے مختلف ہے۔ اس رسالے کی ابتدا اس طرح
ہوئی ہے،

" حضرت محمد حسینی قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں پیر کو
اور پیغمبر کو اور خدا کو ایکیچ کر دیکھی جاتے۔ حضرت علی
کرم اللہ وجہٗ کہے عرفت ربی بربی رأیت ربی بربی۔ اس کا
معنا حضرت علی کہے ہیں پہچانا خدا کو خدا تی المومن مرات
المومنین یعنی مسلمان کی آرسی مسلمان ہے۔"

رسالے کا خاتمہ اس عبارت پر ہوا ہے۔

" جو کوئی اس ایت کے مثلیاں پر کلام کرے گا تو جان جیوں
توریت پر اور انجیل پر اور زبور پر اور فرقانئیں ہی تیوں
کام کیا اور بہوت پوچھنا حاجت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب"

جس طرح دوسرے نسخوں میں یہ صریح بیان ہے کہ آیات
قرآنی کو موتی کہا گیا ہے اور اس نسبت سے رسالے کا نام "درالاسرار"
رکھا گیا ہے، اس طرح اس کتاب میں نام کے بارے میں کوئی بیان

نہیں ملتا۔ راقم الحروف کو تو یہی تسلیم کرنے میں تامل ہے کہ اس رسالے کا نام "درالاسرار" ہے بھی۔ کتاب کے آغاز میں حضرت خواجہ بندہ نواز کا ایک قول نقل کیا گیا ہے جیسے آگے چل کر حضرت علی کے اقوال پیش کئے گئے ہیں۔ اس نسخے کو حضرت خواجہ بندہ نواز کی تصنیف ظاہر کرنے کا یہ جواز ذرا بھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ صاحبہ اس نسخے کو "زیادہ معتبر" سمجھتی ہیں۔

"یہ ایک تو خواجہ صاحب کے ذاتی کتب خانے کی کتابوں کے ساتھ محفوظ اور آپ سے منسوب رسائل میں منسلک ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں واضح طور پر ان ارشادات کو خواجہ بندہ نواز سے منسوب کیا گیا ہے" [1]

ڈاکٹر صاحبہ کی بتائی ہوئی پہلی وجہ غیر علمی ہے۔ محض ایک خاص جلد میں بندھے ہونے کے باعث کسی رسالے کے مصنف کا تعین کر لینا قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ دوسری وجہ اس لئے قابلِ تسلیم نہیں کہ رسالے کے بعض ارشادات حضرت خواجہ بندہ نواز سے منسوب کئے جانے کے باعث کتاب کے مصنف خود حضرت خواجہ بندہ نواز ہی قرار نہیں دیئے جا سکتے۔

---

[1] اردو نثر کا آغاز اور ارتقا ص ۱۰

ادارۂ ادبیاتِ اردو، حیدرآباد کے نسخے :

ادارۂ ادبیاتِ اردو میں "درالاسرار" کے تین نسخے ہیں۔ ان ہی میں اب تک دستیاب درالاسرار کے تمام نسخوں میں سب سے قدیم نسخہ مکتوبہ ۱۱۸۲ھ بھی ہے۔ ایک نسخہ نامکمل ہے۔ تیسرا نسخہ کسی ایسے ناقل کا لکھا ہوا ہے جو جدید اردو سے خوب اچھی طرح واقف ہے۔ اس نے رسالے کی زبان کو بدل کر اپنے زمانے کے مطابق کر لیا ہے۔ اِن نسخوں کی کیفیت حسبِ ذیل ہے۔

نسخہ نمبر ۳۶۸ :

ادارۂ ادبیاتِ اردو کا یہ نسخہ بیاض کی شکل میں ہے اور ظاہری طور پر نظم کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ زبان کے اعتبار سے قدیم نسخہ معلوم ہوتا ہے۔ کتابت بالکل صاف ہے لیکن ناقص الآخر ہے۔ ساتویں دُر کے بیان پر ختم ہوگیا ہے۔ لوح پر "ایں رسالہ درالاسرار است" لکھا ہے لیکن سرنامے یا ترقیمے میں حضرت بندہ نواز سے انتساب نہیں ملتا۔

نسخہ نمبر ۹۵ :

ادارے کے اس نسخے کی زبان بالکل جدید ہے۔ نسخہ نقل کرنے والے نے زبان کی قدامت برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے، لیکن جدید زبان پر قدرت کے باعث تحریر کی اصلیت برقرار نہیں رکھ سکا ہے۔ مثلاً یہ عبارت،

"خدا کہا تمارے تناں میں ہوں پس تمے کی نیں دیکھتے ہیں" نمبر ۶۹۵ یوں لکھی گئی ہے۔

" اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں تمہارے جسم میں ہوں پس نہیں دیکھتے تم؟"

اس رسالے کی لوح پر حضرت بندہ نواز سے انتساب ملتا ہے۔

" یہ رسالہ درالاسرار ہے۔ نو دُر ہیں۔ تصنیف خواجہ بندہ نواز صاحب کی ہے"

نسخہ نمبر ۶۹۵:

یہ نسخہ ادارے ہی کے نہیں، تمام معلوم نسخوں میں قدیم ترین معلوم ہوتا ہے۔ یہ نسخہ مُلّا اسداللہ وجہی کی تصنیف "سب رس" کے ایک نسخے کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ "سب رس" کے ترقیمے میں اس کی کتابت کی تاریخ ۱۱۸۳ھ ظاہر کی گئی ہے۔ دونوں نسخوں کا کاتب ایک ہی ہے۔ کاغذ اور کتابت کی یکسانی اور کتابت کی دوسری خصوصیات کے پیش نظر اس نسخے کی کتابت کی تاریخ بھی ۱۱۸۳ھ ہی قرار دی جا سکتی ہے۔ کاتب نے "سب رس" میں جگہ جگہ مطالب واضح کرنے کے لئے اصل متن کو نقصان پہنچائے بغیر سُرخ روشنائی میں تشریحات درج کی ہیں۔ درالاسرار کے اِس نسخے میں بھی کاتب نے یہی روش برقرار رکھی ہے۔ یعنی سیاہ

روشنائی میں اصل سطر لکھنے کے بعد سطر کے نیچے خفی قلم میں سرخ روشنائی میں بزبانِ فارسی بعض مطالب واضح کیے ہیں۔ اس جلد کے دوسرے رسالوں میں بھی یہی بات نظر آتی ہے[1]

اس نسخے کی لوح پر "رسالہ درالاسرار" لکھا ہے۔ ابتداء اس طرح کی ہے۔

"کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنے او سلطان اپنے ذات کے دریا میں چھپا راس (راز) گنج دکھیا تھا بقا کی موتیاں بھر کر صور ریکایک اس حال میں اس گنج کی طرف نظر کیا"

یہ رسالہ بغیر کسی ترقیمے کے ختم ہوگیا ہے۔ یہ مکمل حالت میں ہے لیکن بالکل صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ درمیان میں کہیں کہیں الفاظ اور فقرے چھوٹ گئے ہیں۔ کاتب نے جس نسخے سے یہ نسخہ نقل کیا ہے اس کا املا کہیں کہیں اس کی سمجھ میں نہیں آیا تو اس نے وہاں لفظ کی شکل ہو بہو اتار دی ہے۔ لیکن بہ حالتِ موجودہ یہی قدیم ترین نسخہ ہے۔

---

[1] سب رس کا ترقیمہ یہ ہے: تمت الکتاب سب رس گفتار مولانا وجہی ساکن حیدرآباد۔ مولانا وجہی بہشتی کے پیر میاں شاہ باز۔ ایں ہمہ بہشتی گزر است۔ تحریر فی التاریخ بست چہارم ماہِ شوال بہ یدِ ضعیف و نحیف محب اللہ چشتی ساکن شاہ جہاں آباد غلام فخر اللہ خادم حضرت غریب اللہ شاہ ۱۱۸۳ فصلی۔

نسخوں کا مطالعہ اور موضوع کا تجزیہ

درالاسرار کو محققین نے اسی قطعیت کے ساتھ حضرت خواجہ بندہ نواز سے منسوب نہیں کیا جس قطعیت کے ساتھ زیادہ مشہور رسالے "معراج العاشقین" کو کیا ہے۔ تمام محققین میں پہلے مولوی عبدالحق صاحب نے اور بعد میں ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ صاحبہ نے اسے حضرت خواجہ کا رسالہ تسلیم کیا ہے۔ نصیرالدین ہاشمی صاحب کا کوئی واضح موقف نہیں ہے۔ وہ اسے کبھی شاہ سلطان کا رسالہ بتاتے ہیں اور کبھی خواجہ بندہ نواز کا۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور بھی کبھی اسے مرید سلطان سے منسوب کرتے ہیں اور کبھی حضرت خواجہ بندہ نواز سے۔

"درالاسرار" کی زبان "معراج العاشقین" کی طرح الجھی ہوئی اور ناقابل فہم بھی نہیں ہے کہ شک کا فائدہ دیتے ہوئے محققین نے اسے حضرت بندہ نواز سے منسوب کر دیا ہو۔ سیدھی سی حقیقت بس اتنی ہے کہ جس کسی نے بھی اس رسالے کا ذکر کیا ہے، اس نے پہلے تو مولوی عبدالحق صاحب کے کہے پر آمنا صدقنا کہا ہے۔ دوسرے، اس نے سرنامے یا ترقیمے سے آگے رسالے کا مطالعہ کرنے کی زحمت نہیں اٹھائی ہے۔ درالاسرار کے متن کا سرسری سا مطالعہ بھی اس رسالے کے زمانۂ تصنیف اور مصنف کے بارے میں ایک صحیح نتیجے پر پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ یہاں متن کا تفصیلی

مطالعہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سرنامہ:

"درالاسرار" کے تمام نسخوں میں سے صرف تین نسخوں کے سرناموں پر حضرت بندہ نواز سے انتساب ملتا ہے۔

۱۔ ادارۂ ادبیاتِ اردو کا نسخہ نمبر ۹۵:

"یہ رسالہ دررِ اسرار ہے نو در ہیں۔ تصنیف خواجہ بندہ نواز صاحب کے ہے"

۲۔ کتب خانۂ آصفیہ کا نسخہ نمبر ۱۰۵۶:

"درالاسرار از تصنیفِ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز"

۳۔ راقم الحروف کا کتب خانہ:

"رسالہ دور الاسرار من تصنیفِ حضرت سادات رفیع الدرجات، شہباز بندہ نواز خواجہ صدرالدین ابوالفتح بندگی حضرت میراں سید حسینی گیسو دراز شمس اللہ سرہٗ العزیز"

باقی نو نسخوں میں سے ایک نسخے (نمبر ۳۷ آصفیہ) کا پہلا صفحہ ندارد، اور آٹھ نسخوں کے سرنامے پر "رسالہ درر اسرار" "درالاسرار" "این کتاب درالاسرار است" اور "این کتاب درالاسرار" لکھا ہوا ملتا ہے۔

آغاز :

تمام نسخوں کی ابتداء — سوائے دو خیتن کے نسخے کے جو "درالاسرار" فرض کر لیا گیا ہے — کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق کی تمثیلی تشریح سے ہوئی ہے۔ مختصراً اس میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ نے ابدی ذات میں بقا کے موتیوں کا خزانہ چھپا رکھا تھا۔ اچانک ایک بار اس خزانے پر اس کی نظر پڑی اور اس نے انہیں عشق کے بازار میں ظاہر کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن پہلے ان موتیوں کی قدر متعین کرانے کے خیال سے ایک جوہری کو پہلے عشق کے بازار میں بٹھایا پھر ذات کے دریا میں غوطہ لگا کر موتیوں کو جوہری کے ہاتھ میں سونپا اور جوہری نے سالکوں کو راستہ دکھانے کے لئے ان موتیوں کا مول جیسا جیسا تھا ظاہر کیا۔

اس کے بعد اس تمثیل کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ گنج قرآن ہے، موتیاں قرآن کی آیات ہیں، جوہری حضرت محمد ہیں، تمام جہان عشق کا بازار ہے اور آیات کی تشریح موتیوں کا مول ہے۔

اس قدر بتانے کے بعد ایک اہم بیان آتا ہے،

"بعد از اے بھائی حق کی توفیق سوں صدر اس ہادی شاہ سلطان کے مدد سوں سالکاں ہور طالباں کے واسطے اوس بقا کے موتیاں کے گنج میں سوں کتیک موتیاں چن کر لیا یا ہوں ہور راز کے معنی کے تاگے میں

پڑدیا ہوں، تب اِس رسالے کا نام " درالاسرار" دکھا ہوں۔۔۔۔۔
جو کوئی اِس درالاسرار کوں پڑنے منگے تو اول چاہیا ہے او سیے
موتیاں کا بہا سجھے یعنے اوس کے معیاں سوں واقف اچھے تب یہ
درالاسرار اوس کے ہات لگے گا"۔ مخطوطہ نمبر ۴۸ سالار جنگ

یہ بیان تمام رسالوں میں اسی ترتیب کے ساتھ موجود
ہے۔ سات رسالوں میں "ہادی شاہ سلطان" کا نام آیا ہے۔[1]
ایک میں صرف "ہادی کے مدد سوں" ہے[2]۔ ایک میں "ہادی مرشد
کے مدد سوں"[3] اور ایک میں "ہادی محمد کے مدد سوں"[4] اور ایک
میں "ہادی سلطان صوفی مخدوم"[5] ہے۔ ایک رسالے میں صرف "حق
کی توفیق سوں" کا ذکر ہے۔[6]

متن اور موضوع

اِس کے بعد " اس رازکے موتیاں کی خبر یہاں سوں

---

[1] ادارۂ ادبیات اردو نمبر ۳۶۸، ۹۵/آصفیہ نمبر ۱۰۵۶، ۳۴، ۳۴۸۸ اور ۴۷ سالار جنگ نمبر ۴۸ [2] سالار جنگ نمبر ۴۶ [3] ذاتی [4] سالار جنگ نمبر ۴۷ [5] سالار جنگ نمبر ۴۵ [6] ادارۂ ادبیات اردو نمبر ۶۹۵

دیتا ہوں خوب سن" کہہ کر نو آیاتِ قرآنی کی صوفیانہ تشریح اور تفہیم کی بحث چھیڑی ہے۔

پہلے دُر کا ذکر یوں آیا ہے۔

"اول دُر یوں ہے۔ قولہٗ تعالیٰ فی انفسکم افلا تبصرون۔ یعنی خدا کہا تمارے تناں میں ہوں پس تمے کیں نیں دیکھتے ہیں۔ یعنی ہور نبی علیہ السلام نے بھی کہا ہے من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ یعنی جکوئی اپس کو سمجیا سو او خدا کو سمجیا۔" [1]

اس کے بعد خدا کی ذات کو اپنی ذات میں پہچاننے کا دعویٰ کرنے والے سے متعدد سوالات پوچھے گئے ہیں جیسے، "توں تج میں خدا کوں کہاں دیکتا ہے؟ ہور خدا کا نور کس رنگ کا ہے؟ ... ہور توں تج میں رسول کوں کہاں دیکتا ہے؟ ہور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ کس رنگ کا ہے؟ ہور تج میں فرض کہاں ہے ہور تج میں سُنّت کہاں ہے؟ .... ہور ناسوت ہور ملکوت ہور جبروت ہور لاہوت ہور ہاہوت ہور ..... فنا ہور بقا ہور اُن کے صورتاں کیسی ہیں سو بول ہور ٹھکانے کہاں ہیں سو بول۔ اے سالک، اپس کوں پچھانے گا ہور خدا کی پچھانت میں اپنی پچھانت

---

[1] ادارۂ ادبیاتِ اردو نسخہ نمبر ۶۹۵

ہے۔ اے سالک! اپنی پچھانت ہور خدا کی پچھانت یوں کہتے
عارفاں کی ایسی روش ہے"۔ [1]

خدا کو پہچاننے کی اس ایک روش کا ذکر کر کے پہچان
کی دوسری روشوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"ہور بعضے محققاں دُسری روش پچھانت کر کہتے ہیں
سو او بی روش کہتا ہوں، خوب سُن"

"اول سالک کوں پانچ عناصر پچیس گُن، ہور چہار نفس
ہور چہار دل ہور چہار روح ہور چہار ذکر ہور چہار
وجود ہور باٹ ہور چہار منزل"۔ اے سالک ایسے تمام
مقامات سوں خبردار ہوے گا تو او اپس کوں پچھانے گا
ہور اوسی پچھانت سوں خدا کو پچھانے گا کر کر بعضے محقق
لوگاں اِس روش سالک کو خبر دیتے ہیں ہور من عرف نفسہٗ
کی بورج اِس روش کتے ہیں"۔ [2]

لیکن مصنفِ کتاب خدا کی پچھانت کی پہلی روش سے
متفق ہے اور نہ دوسری روش سے۔ وہ کہتا ہے،

"ولے اے سالک، اپنی پچھانت ہور خدا کی پچھانت
کوں اتنا متماننا اچھے گا ہور اتنا دور ہور اتنا فرق بھی اپس تے جُدا

---

[1] اور [2] ادارۂ ادبیاتِ اردو نسخہ نمبر ۶۹۵

نا پہچے گا جو چہار منزلاں تئی (طے) کر کے اسے اپڑے گا ہور خدا کا قول

تو یوں ہے۔ قولہٗ تعالیٰ نحنُ اقرب من حبل الورید۔ یعنی خدا کہیا کہ میں

تماری شہرگ تھیں نزدیک ہوں ہور حدیث نبی علیہ السلام کی بھی یوں ہے

لیس بینی و بینہ الا تقدمت العبودیت۔ یعنے اوس کا معنا یوں ہے کی

میری میانے ہور میری بندگی میانے ایکی قدم کا فرق ہے۔ جس وقت

بندہ اپنے کا قدم اٹھیا اوسی وقت صاحب اپنے کا جاگا پاتا ہے۔ پس

اے سالک، اس ایک قدم چلنے والے کوں چہار منزلاں طے کرنے کا

کیا حاجت ہے؟ ولے اس ایک قدم کوں بجز مرشد کامل نا پاسی"[1]

ان طویل اقتباسات میں چند باتیں خصوصی توجہ کی طالب ہیں:

۱۔ صاحب کتاب نے عرفانِ خدا کی پہلی روش کو "عارفاں"

کی روش کہا ہے جس پر صوفیا عموماً کاربند ہیں۔

۲۔ اُس نے دوسری روش کو "پانچ عناصر پچیس گُن" کی

روش کہا ہے جس کے بارے میں وہ مزید کہتا ہے کہ "من عرف نفسہٗ

فقد عرف ربہٗ کی بوجھ" اس روش کو کہتے ہیں۔ یعنے اس روش کا دوسرا

معروف نام "من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ" کی روش ہے۔

۳۔ اس دوسری روش کے بارے میں صاحب کتاب

کی رائے یہ ہے کہ یہ "معما" ہے اور جب خدا شہرگ سے بھی نزدیک

---

[1] ادارۂ ادبیاتِ اردو مخطوطہ نمبر ۶۹۵

ہے تو پھر" چلنے والے کوں چہار منزلاں طے کرنے کا کیا حاجت ہے ہے؟"
چنانچہ پہلے دُر کے اختتام پر وہ کہتا ہے کہ سالک کو ان
"معموں" میں وقت ضائع کرنے کے بجائے کسی مرشدِ کامل کا دامن
تھامنا چاہئے وہی صحیح رہنمائی کرے گا کیوں کہ خدا نے بھی کہا ہے کہ
"سئلو اہل الذکر ان کنتم تعلمون ۔ یعنے خدا کہیا ' پوچھو تم خدا کے آشنا
لوگاں کوں اگر تم نا جانتے اچھیں گے"۔ چنانچہ دُر کا خاتمہ وہ اس شعر
پر کرتا ہے۔

بہائے دُر معمّا ماند الحال
اگر خواہی بپرکرد از صاحب حال

صاحب کتاب نے نو کے نو دُر میں ابتداء ایک آیت یا
حدیث سے کی ہے اور اس کی تفہیم کا سوال اٹھا کر تصوف کی مروّجہ
ترجمانیوں کی نفی کی ہے اور ہر دُر کا خاتمہ مندرجہ بالا آیت اور شعر
پر کیا ہے۔

ترقیمہ

درالاسرار کے تمام نسخوں میں سے صرف ایک نسخے کے
ترقیمے میں رسالے کے بارے میں ذکر ملتا ہے۔ باقی رسالوں میں سے

تین ناقص الآخر ہیں[1] دو آخری دُر کے بیان کے ساتھ ہی ختم ہو گئے ہیں[2] چار متن کی تکرار یا دوسری الحاقی سطروں پر ختم ہوئے ہیں[3] ایک " تمام شد " پر[4] اور ایک ۱۲۷۲ھ کی تاریخ کتابت پر[5] ایک ہی نسخہ ایسا ہے جس میں یہ ترقیمہ ملتا ہے ۔

" یو در الاسرار از حضرت سلطان شاہ ثانی صاحب

فرماتے ہیں سو اوس کا شرح فقیر حقیر نعمت اللہ شاہ اپنے سمج کے موافق کہے ہیں ۔ مرشد خواجہ بدرالدین حسینی کے صدقے سوں کہا ۔ اگر شرح میں تفاوت آوے تو اپنی پرورش کے نگاہ سوں پرورش کرو ۔ حدیث المومن مرات المومن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ تمام شد "[6]

یعنی صرف ایک نسخے کے کاتب نے مصنف کا نام " حضرت شاہ سلطان ثانی " ظاہر کیا ہے اور کسی ترقیمے میں بھی اسے حضرت خواجہ بندہ نواز کا رسالہ ظاہر نہیں کیا گیا ہے ۔

---

[1] نمبر ۳۶۸ ادارۂ ادبیات / ۴۸ سالار جنگ / ذاتی

[2] ۴۳ آصفیہ / ۴۶ سالار جنگ [3] ۹۵ ادارۂ ادبیات / ۴۵ سالار جنگ / ۳۴۸۸ آصفیہ / ۴۷ سالار جنگ [4] ۶۹۵ ادارۂ ادبیات

[5] ۱۰۵۹ آصفیہ [6] ۳۷ آصفیہ

کشف الاسرار

اس سے پہلے کہ گزشتہ صفحات پر پیش کردہ معلومات کو سمیٹ کر نتائج کا استخراج کیا جائے، ایک اور رسالے کا تذکرہ ضروری ہے۔ یہ رسالہ درالاسرار نہیں لیکن درالاسرار کے تعلق سے خاصی اہمیت رکھتا ہے۔

کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد میں تصوف شاملات ۱۹ کے نشان کا ایک رسالہ "کشف الاسرار" ہے جس کے مصنف خواجہ معروف چشتی ہیں۔ یہ ایک نامکمل رسالہ ہے۔ اس کی ابتدا بھی درالاسرار کی طرح "کنت کنزاً مخفیاً ما حببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف" سے ہوئی ہے لیکن صاحب کتاب نے الگ ڈھنگ سے اس کی ترجمانی کی ہے۔ اس تمہیدی آیت کی ترجمانی کے بعد یہ بیان آتا ہے۔

"افسوس! صد افسوس، ناقدر قدر کا مرتبہ کیا جانتے ہیں۔ پس نقیر حقیر خواجہ معروف چشتی بندہ حضرت فرد حقیقت اکمل الاولیا خواجہ عارف باللہ چشتی قدس اللہ اسرارہٗ کے صدقے سوں سالکاں ہور طالباں کے واسطے اس صورت بند میں عشق کا بازار تحقیق کر کر عاشق کوں دکھلانے یو گنج مخفی کی باٹ کھولتا ہے بموجب قسلو اہل

الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی بوجھو تمے باٹ جانتے سو لوگاں کو اگر
نیں جانتے ہیں تو۔ ہور اس رسالے کا ناؤں "کشف الاسرار" رکھیا
ہوں۔ جواب سلطان کے نو دُر کا دیا ہوں تا مُرید کوں مُراد
حاصل ہو وے ...." [1]

اس کے بعد بحث شروع ہوئی ہے۔

"سوالِ اول از درالاسرار" اور سوال دہرانے کے
بعد "جواب" کی ذیلی سرخی کے تحت درالاسرار میں اٹھائے گئے
سوالات کا جواب دیا گیا ہے۔ لیکن خواجہ معروف چشتی کا انداز
بیان باغیانہ اور درالاسرار کے مصنف کی تحقیر اور مذمت سے
پُر ہے۔ جواب دیتے دیتے پوچھتے ہیں'

" توں جو کہتا ہے کہ خدا کے پچھانت کوں بہوت کھنچا
کھنچ درکار نیں اور اپسے جو اتنے باتاں سوال کیا سو
کیوں؟ اور بھی بولتا ہے' یو سمجھ اس کو پہچان نیکا
ہے۔ اس پچھانت میں خدا کے پچھانت ہے کگر۔
اور محققاں کا گلہ کرتا ہے یوں بولتے کگر۔ یس نہایت
عجیب ہے۔" [2]

---

[1] نمبر تصوف شاملات ۱۹ آصفیہ

[2] نمبر تصوف شاملات ۱۹ آصفیہ

خواجہ معروف چشتی کا سارا بیان طعن و تشنیع اور طنز سے بھرا ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے جواب میں حضرت خواجہ بندہ نواز اور میراں جی شمس العشاق کا بھی ذکر کیا ہے اور ان کے حوالے سے اپنے نظریات کا اثبات کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہتے ہیں،

"اے عزیز توں بیان کیا سو سب مراتب حضرت خواجہ حسینی شہباز بلند پرواز بندے نواز گیسو دراز قدس سرہٗ و قدم بوسی جناب عالی سوں اس دیکھنے پر ارشاد ہوا ہے...... اس روش عالی جناب پر توں غریب طعنہ کرتا ہے اور قول گزرانتا ہے؟"

آگے چل کر حضرت میراں جی شمس العشاق کا ذکر کرتے ہیں،

"حضرت شاہ میراں جی صاحب شمس العشاق فرمائے سو سُنیا نیں کہ بندے پنے کا سوچہ نہایت......"

اور اپنے جواب کو اس شعر پر ختم کیا ہے،

معما دیکھ لے اور سن لے الحال
کہ تال آساں اور سمجھ عال

یہ رسالہ پہلے دفتر کے اسی بیان پر ختم ہو گیا ہے۔ آخری سطریں رسالے کے دو ہی صفحات کے حاشیے پر لکھی گئی

ہیں ۔

اِن اقتباسات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ "درالاسرار" کی شہرت "سلطان کے نو (۹) درالاسرار" کی حیثیت سے بہت تھی اور شائقین کے حلقوں میں یہ رسالہ بہت مقبول تھا ۔ اِس سے پہلے کتب خانۂ آصفیہ کے رسالہ نمبر ۳۷ کے مصنف نعمت اللہ شاہ نے بھی اصل متن کے ساتھ اپنے جوابات یا شرح مِلا کر پیش کی ہے ۔

نتائج

حضرت خواجہ بندہ نواز سے "درالاسرار" کے انتساب کا تین پہلوؤں سے جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ صحیح نتیجے پر پہنچا جا سکے ۔

ا ۔ مصنف کے بارے میں داخلی شہادت :

أ ۔ درالاسرار کے جملہ نسخوں میں سے صرف دو پر حضرت خواجہ بندہ نواز سے انتساب ملتا ہے ۔

نمبر ۵۶-۱ آصفیہ : "از تصنیف حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز"

نمبر ۹۵ ادارۂ ادبیات : " یہ رسالہ درِ اسرار ہے ۔ نو دُر

ہیں۔ تصنیف حضرت خواجہ بندہ نواز صاحب کے ہے“۔

اس دوسرے نسخے کے بارے میں ہم بتا چکے ہیں کہ اس کی زبان جدید اردو جیسی ہے اور چوں کہ یہ عبارت باقی رسالوں میں سے کسی اور پر نہیں ملتی اس لئے اندازہ ہے کہ یہ کاتب کا اپنا اضافہ ہے۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ دونوں رسالے واضح یا غیر واضح طور پر حضرت خواجہ بندہ نواز سے منسوب ہیں اور متن میں نہایت ایمان داری کے ساتھ یہ اعتراف موجود ہے کہ ”وہ اس ہادی شاہ سلطان“ [1] اور ”اس شاہ سلطان“ [2] کی مدد اور توفیق سے یہ رسالے تصنیف کئے گئے ہیں۔

اگر یہ کتاب حضرت خواجہ بندہ نواز کی ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت خواجہ کے کوئی پیر ”حضرت شاہ سلطان“ نام کے تھے؟ کیا حضرت خواجہ نے ان بزرگ ”شاہ سلطان“ کی مدد اور حق کی توفیق سے یہ کتاب لکھی ہے؟ لیکن تمام تذکرے متفق ہیں کہ حضرت خواجہ بندہ نواز کے ایک اور ایک ہی مرشد تھے اور وہ تھے ”حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی“۔ کسی تذکرے میں یہ ذکر نہیں ملتا کہ حضرت خواجہ کو کسی ”ہادی شاہ سلطان“ یا ”شاہ سلطان“ سے ارادت اور عقیدت تھی۔ پھر حضرت خواجہ کا علمی پایہ

بذاتِ خود اس قدر بلند تھا کہ انہیں کوئی کتاب تصنیف کرنے کے لیے کسی اور کی مدد حاصل کرنے کی کبھی ضرورت پیش نہیں آئی۔

تقریباً تمام نسخوں میں "شاہ سلطان" کی مدد سے رسالہ لکھے جانے کا ذکر ایسی قوی داخلی شہادت ہے جس کے سامنے مندرجہ بالا سرناموں کا محض بے بنیاد اور قیاسی ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

تمام ترقیمے حضرت خواجہ بندہ نواز کے ذکر سے خالی ہیں۔ ایک ترقیمے میں رسالے کو "حضرت سلطان شاہ ثانی" کا رسالہ ظاہر کیا گیا ہے۔

چنانچہ تمام نسخوں کی ظاہری کیفیت سے اس بات کی کُلّی تردید ہو جاتی ہے کہ یہ حضرت بندہ نواز کا رسالہ ہے۔

۲۔ موضوعاتی شہادت :

درالاسرار میں نو دُر کی ضمنی سُرخیوں کے تحت نو آیاتِ قرآنی کی صوفیانہ تشریح کی گئی ہے۔ مصنف نے اپنے نقطۂ نظر سے تشریح کرنے سے بڑھ کر مروّجہ صوفیانہ ترجمانیوں پر حملے کئے ہیں۔ وہ اُن ترجمانیوں کو "معمّا" کہتا ہے اور آیات کی تفہیم کا صحیح طریقہ یہ بتاتا ہے کہ کسی مرشدِ کامل کا دامن تھام کر اُس سے پوچھا جائے۔ مروجہ ترجمانیوں کو ہدفِ ملامت بناتے ہوئے اس نے پہلے دُر کے بیان میں "پانچ عناصر پچیس

گُن " کی روِش کو بھی نشانہ بنایا ہے ۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے وہ یہ کہتا ہے کہ اس روِش کو " من عرفَ نفسہٗ فقد عرفَ ربہٗ " کی روِش بھی کہتے ہیں ۔

" پانچ عناصر پچیس گن " کا تصوف حضرت سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ فرزندِ حضرت شاہ برہان الدین جانم اور پوتہ حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق کا اجتہاد ہے ۔ اُن سے پہلے انسان کے وجود کو چار عناصر یعنی آتش و آب و باد و خاک سے ترکیب پایا ہوا سمجھا جاتا تھا ۔ حضرت بندہ نواز بھی اسی نظریئے کو تسلیم کرتے ہیں ۔ فرماتے ہیں '

" انسان کا تن چار اضداد سے مرکب ہے ۔ ان کو چار عناصر کہتے ہیں ۔ ہر ایک کا منشاء دوسرے کے خلاف ہے ۔ پانی کا منشا آگ کے خلاف ہے اور اسی طرح ہوا اور خاک اور نار میں قہر کا فیضان ہے[1]

ان چار عناصر میں پانچویں عنصر یعنی " خالی " یا " خلا " کے اضافے اور ہر عنصر کی صفات یا " گون " کی تشریح و تفسیر کے ساتھ حضرت امین الدین علی اعلیٰ نے ایک بالکل ہی نئے طرزِ تصوف کی بنیاد ڈالی جس کی اساس ' عرفانِ خدا ' بذریعہ عرفانِ

---

[1] ترجمہ جوامع الکلم صفحہ ۲۱۰

نفس یعنی من عرفَ نفسہٗ فقد عرفَ ربہٗ پر تھی۔

ڈاکٹر حسینی شاہد اپنے تحقیقی کارنامے "سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ ـــــ حیات اور کارنامے" میں فرماتے ہیں۔

"خانوادۂ امینیہ کا تصوف حدیثِ قدسی کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق اور حدیث من عرف نفسہٗ فقد عرفَ ربہٗ پر مبنی ہے۔ یہ پورا نظامِ فکر حضرت امین کے تکشف کا مرہونِ منّت نہیں ہے۔ نور کے تنزّلات اور وجود کے مراتب اور ان کی تفصیلات جانم کی تصانیف میں بھی مل جاتی ہیں۔ حضرت امین کے نظامِ فکر میں چار عناصر آب، آتش، خاک و باد کے علاوہ "خالی" یا "ہوا" کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے .... یہ حضرت امین کا اجتہاد ہے کہ وہ اِن چاروں عناصر کی طرح خالی یا ہوا کو بھی ایک مستقل عنصر تسلیم کرتے ہیں اور اس کو دوسرے عناصر پر اہمیت اور فضیلت دیتے ہیں۔ اِن پانچ عناصر کا انہوں نے اپنی تصانیف میں بالالتزام ذکر کیا ہے اور اس کے پچیس گن گنائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا تصوف "پانچ عناصر پچیس گن" کا تصوف کہلانے لگا۔" [1]

---

[1] سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ صـ ۱۶۲

دراصل اس مخصوص تصوف کی ابتداء حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق سے ہی ہو گئی تھی جنہوں نے چار عناصر کے تصور کی تشریح کرتے ہوئے ان کے چار مقام، چار باٹ، چار فرشتے، چار روحیں، چار دل، چار وجود اور چار منزلیں مقرر کیں اور ان کی صفات اور انسانی جسم میں ("تن" کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے) ہر ایک کے الگ الگ عضو قرار دیئے اور حضرت امین نے ایک اور عنصر کا اضافہ کرتے ہوئے اُن کی مزید توسیع کی۔ حضرت امین نے اپنے نظامِ تصوف کو ممتاز کرنے کے لئے "پانچ عناصر پچیس گُن" کی اصطلاح وضع کی۔ حضرت امین سے پہلے یہ اصطلاح کہیں نہیں ملتی۔

اب یہ بات واضح ہو گئی کہ جس رسالے میں حضرت امین کے اجتہادی تصوف کا ذکر آیا ہو، اور اس کی پیچیدگی کو نشانہ بنایا گیا ہو، وہ ان سے ڈھائی سو برس پہلے گزرے ہوئے ایک صاحبِ قلم حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی تصنیف نہیں ہو سکتی، خواہ اس رسالے کے سرنامے یا ترقیمے میں اسے واضح طور پر حضرت بندہ نواز سے منسوب ہی کیوں نہ کیا گیا ہو۔

۳۔ حضرت بندہ نواز کا ذکر:

درالاسرار کے متن میں دو جگہ

حضرت خواجہ بندہ نواز کا نام آیا ہے۔ لیکن ان کے نام کا استعمال حضرت بندہ نواز سے اس رسالے کا انتساب نہ صرف یہ کہ اور بھی کم زور کر دیتا ہے بلکہ مفید ثبوت بھی فراہم کرتا ہے کہ یہ رسالہ کسی اور کا مصنفہ ہے۔ رسالے میں تیسرے دُر کی وضاحت کرتے ہوئے مصنف کہتا ہے'

"حیف اے سالک! خدائے تعالیٰ باصورت
شہرگ ستے نزدیک ہے۔ اندھلے ہنیں دیکھتے ہیں
یہ اشارت سید محمد حسینی گیسو دراز سوں سُن بیت

در دیدہ ہمہ عالم عین یقیں است
اما کسے چکند کہ ازاں خبرے نیست" [۱]

اور نویں در کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے'
"حیف اے سالک! یہ راز کو تو کیا سمجھا ہے۔
یہاں واصلاں سرگرداں ہے۔ یہ اشارہ سید
محمد حسینی گیسو دراز سوں سن' بیت
ہیچے نیست کہ سرگشتہ بود طالبِ دوست
عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم" [۲]

---

[۱] اور [۲] نمبر ۱۰۵۶ آصفیہ

اگر درالاسرار حضرت بندہ نواز کا رسالہ ہوتا تو انہیں اپنے اشعار پیش کرنے سے پہلے یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کہ " یہ اشارہ سید محمد حسینی گیسو دراز سوں سن "۔ حضرت خواجہ کا یہ اسلوب ہے ہی نہیں ۔ اشعار لکھنے سے پہلے وہ شاعر کا حوالہ کبھی نہیں دیتے۔ ویسے بھی حضرت خواجہ نے اپنی تحریروں میں اپنا نام استعمال کیا ہے تو عموماً " محمد حسینی " کی صورت میں ہی استعمال کیا ہے ،

" محمد حسینی را خلجانی بدل و جان مزاحمت می کند " [۱]

" محمد حسینی را زیاں کار نہ کند " [۲]

درالاسرار میں حضرت خواجہ بندہ نواز کا نام جس طرح آیا ہے ، اس سے یہ بات واضح ہے کہ یہاں کوئی اور حضرت خواجہ بندہ نواز کے اشعار کا حوالہ دے رہا ہے تاکہ وہ ان کے ذریعہ اپنے خیالات کے لئے تائید حاصل کر سکے ۔

۳۔ کشف الاسرار کی شہادت :

سب سے اہم شہادت " رسالہ کشف الاسرار " کی شہادت ہے ۔ اس کے مصنف خواجہ معروف چشتی تصوف کے اس مکتب سے تعلق رکھتے ہیں جس کی صورت گری حضرت امین الدین علی اعلیٰ نے کی ہے ۔ یہ " پانچ عناصر پچیس گن " کا تصوف ریاضی نما

---

[۱] اور [۲] اسمار الاسرار صہ ۸۲ اور صہ ۲۲۷

تصوف بن کر اس کے پیرو کاروں کو الجھاتا رہا اور وہ الجھتے رہنے میں لطف محسوس کرتے تھے۔ لیکن ایک حلقہ ایسا بھی تھا جو تصوف کو حساب کتاب نہیں، ذوق اور وجدان سمجھتا تھا، اور اس میں کسی بھی عددی دخل اندازی کو تصوف کی روح کے خلاف سمجھتا تھا۔

"درالاسرار" اسی حلقے کے ایک مصنف کی لکھی ہوئی ہے جس نے اپنی کتاب کے لئے ایسی آیاتِ قرآنی کا انتخاب کیا ہے جو "عددی تصوف" کے پیرو کاروں میں بعید مقبول تھیں اور وہ اپنے نظریئے کے مطابق ان کی عجیب عجیب تاویلیں کرتے تھے۔ چنانچہ ان آیات کو پیش کر کے اس نے ان کی تاویلوں کا شائستگی کے ساتھ مذاق اڑایا ہے جیسے،

"تجھ میں فرض اور سنت کہاں ہے؟ اور تجھ میں اسمان اور زمین اور بہشت و دوزخ اور عرش اور کرسی اور لوح و قلم اور پل صراط یہ سب اس میں کہاں ہیں؟ اور نفس اور دل اور روح اور سر اور خفی اور مکان اور لامکان اور ناسوت اور ملکوت اور جبروت اور لاہوت اور ہاہوت کہاں ہے؟"

پھر "پانچ عناصر پچیس گن" کی چار منزلوں، چار

راستوں، چار روحوں وغیرہ کے تصوف پر چوٹ کرتے ہوئے کہتا ہے،

"اے سالک اپنی پچھانت اور خدا کی پچھانت میں اتی کھینچا کھینچی نہ اچھیں گی اور اتنا دور اور فرق خدا ابس تے نا اچھے گا جو چہار منزلاں کر کراو سیے پونچنے کوں ...... خدا اور بندے کے درمیانے ایکیچ قدم کا فرق ہے ...... پس اے سالک اِس ایک قدم چلنے والے کوں چہار منزلاں کا کیا حاجت ہے؟"

اور اس کی رائے میں یہ تصوف "معما" ہے، جو سالک کو کسی منزل پر پہنچا نہیں سکتا۔ اس لئے اس نے سب سے اچھا مشورہ یہ دیا ہے کہ کسی مرشدِ کامل کا دامن تھام لینا چاہیئے کیوں کہ عرفانِ خدا کی راہ میں یہی بہترین حل ہے۔

حضرت امین الدین اعلیٰ نے انسان کو کائنات کی شکل میں دیکھا اور کائنات کے تمام مظاہر کی نمائندگی انسان کے اعضا میں دیکھنے کی کوشش کی۔ جیسے،

"آدمی کے وجود میں آفتاب، چاند تارے، بادل بجلی ہے سمجھنا۔ تِلّی کوں مانٹی بولتے۔ کلیجے کوں آفتاب بولتے۔ دِل کو چاند بولتے۔ گردے کوں

تارے بولتے ۔ غم کوں بادل بولتے ۔ بھوک کوں بجلی بولتے" [1]

جس طرح کائنات کے مظاہر کو کبھی قالبوں میں لاکر کبھی ان کا موزوں استعمال کر کے، انسان اُن پر اپنا اختیار چلاتا ہے، اسی طرح حضرت امین انسان کی ذات میں اِن مظاہر کی نشان دہی کر کے یہ بتانا چاہتے تھے کہ وہ اپنے افعال اور جذبات پر مکمل قابو رکھے، ان کے سامنے سپر انداختہ نہ ہو جائے۔ لیکن ان کے پیروؤں نے محض لفظ کو رکھ لیا، روح کو نظر انداز کر دیا۔ اور لفاظی کا وہ ڈھیر لگا دیا کہ وجودِ انسانی کی یہ نئی تعبیر و تشریح اس ڈھیر میں گم ہو کر رہ گئی۔ اس تصوف کے شیدائی لفظوں سے کھیلنے کے عادی ہو گئے۔

چنانچہ جب جب اس رویئے کی گرفت کی گئی، تو وہ اپنے ذہنی مشغلے کو گرفت اور زد میں آتا دیکھ کر بھڑک اٹھے۔ "کشف الاسرار" کے مصنف خواجہ معروف چشتی اگر درالاسرار کے مصنف سے خفا ہیں تو اس کا صرف یہی سبب ہے۔ "درالاسرار" کے مصنف نے مضحکہ اڑانے کے انداز میں جو سوال کئے ہیں، خواجہ معروف چشتی سنجیدگی کے ساتھ ان کا جواب بھی کڑوے کسیلے لہجے میں دیتے ہیں،

---

[1] گفتارِ شاہ امین نمبر ۸۸۳ ادارۂ ادبیات

جیسے،

"سوال کیا، فرض سنت کہاں ہے؟ جواب فرض
روحِ میثاقی کے سات اور سنت اس تن کے
سات۔ اور سوال کیا کہ اسمان، زمین، بہشت،
دوزخ، عرش کرسی، لوح قلم، پل صراط کہاں ہے،
جواب، سات توتاں سو سات اسمان یعنی دیکھنا،
سننا، چاکنا، بولنا، لگنا، سمجھنا اور ... بہشت
سو وصال، دوزخ سو ہجر، عرش سو نورِ محمد،
کرسی، لوح سو ہتھیلی، قلم سو انگلی شہادت کی،
.... اور توں جو کہتا ہے کہ خدا کی
پچھانت کوں کھینچا کھینچ درکار نیں اور اپے جو اتنے
باتاں سوال کیا سو کون ؟"

"درالاسرار" اور "کشف الاسرار" کی اس آبیسی
اور عصری چشمک سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہی کہ یہ تصنیف
حضرت خواجہ بندہ نواز کی نہیں، بلکہ حضرت امین الدین علی اعلیٰ
کے بعد کے زمانے کی ہے یعنی حضرت خواجہ بندہ نواز کے
وصال (۸۲۵ھ) سے کم از کم ۲۶۰ برس (حضرت امین
کی وفات ۱۰۸۵ھ) بعد کی ہے۔ اس میں جن مباحث کو
چھیڑا گیا ہے وہ حضرت خواجہ کے زمانے سے نہ تعلق رکھتے ہیں

اور نہ ہی ان کی دوسری تصانیف میں ان باتوں کا ذکر ہے۔ حضرت خواجہ نے کبھی ایسی باتیں نہیں کیں کہ " توں تج میں رسول کو کھاں دیکتا ہے؟ اور رنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کس رنگ کا ہے؟ ہور تج میں ابلیس کوں کھاں دیکتا ہے؟ ہور ابلیس کا نور کس رنگ کا ہے؟" وہ اس اونچے درجے کے عالم اور بحرِ ذخّار تھے کہ کبھی فروعات میں نہیں پڑے۔ ان کی تعلیم راست، واضح اور ہر قسم کے اِبہام سے پاک تھی۔ اس رسالے کے متن اور موضوعی مطالعے سے اس خیال کی کُھلّی تردید ہو جاتی ہے کہ " درالاسرار" حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی تصنیف ہے اس رسالے کی داخلی شہادتیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ یہ خواجہ بندہ نواز کی تصنیف نہیں بلکہ ان ہی کے سلسلۂ تصوف کی چھٹی یا ساتویں پشت کے ایک بزرگ کی تصنیف ہے۔ مختصراً حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے " درالاسرار" کا انتساب غلط، بے بنیاد اور بے اصل ہے۔

حضرت شاہ سلطان ثانی

رسالہ " درالاسرار" کے مصنف حضرت شاہ سلطان ثانی ہیں جس کی تصدیق خواجہ معروف چشتی کے رسالے "کشف

الاسرار" اور شاہ نعمت اللہ کے رسالے" ترجمۂ در الاسرار"
سے ہوتی ہے۔ حضرت شاہ سلطان ثانی حضرت خواجہ بندہ نواز
ہی کے سلسلۂ خلفا سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس طرح حضرت سید
مخدوم شاہ حسینی چشتی بلکانوری، حضرت خواجہ کے سلسلۂ خلفا
میں نویں شمار پر آتے ہیں، اسی طرح حضرت شاہ سلطان ثانی
بھی حضرت خواجہ بندہ نواز اور شاہ ید اللہ حسینی کے سلسلے سے
چودھویں شمار پر آتے ہیں۔ آپ کا شجرۂ خلافت حسب ذیل
ہے۔

۱۔ حضرت خواجہ شاہ سید شاہ محمد مخدوم حسینی بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ
۲۔ حضرت خواجہ شاہ سید ید اللہ حسینی چشتی
۳۔ حضرت خواجہ شاہ سید من اللہ حسینی چشتی
۴۔ حضرت خواجہ شاہ ابوالحسن حسینی چشتی
۵۔ حضرت خواجہ شاہ علی حسینی چشتی
۶۔ حضرت خواجہ کلیم اللہ حسینی چشتی
۷۔ حضرت خواجہ شاہ سید قطب الدین ثانی امین الدین حسینی چشتی
۸۔ حضرت خواجہ شاہ سید محمد حسینی چشتی
۹۔ حضرت خواجہ شاہ ابوالحسن حسینی چشتی
۱۰۔ حضرت خواجہ شاہ کلاں حسینی چشتی
۱۱۔ حضرت خواجہ شاہ سید علی فتح حسینی حبیب اللہ حسینی چشتی

۱۲ ۔ حضرت خواجہ شاہ سید اکبر حسینی چشتی

۱۳ ۔ حضرت خواجہ شاہ سید فخر شاہ سلطان حسینی چشتی

۱۴ ۔ حضرت خواجہ شاہ سید سلطان ثانی حسینی چشتی

---

۱۵ ۔ حضرت خواجہ شاہ مرتضیٰ گیانی خادم سلطان ثانی حسینی

۱۶ ۔ حضرت خواجہ شاہ خوندمیر علی ندوی حسینی عبد العلی چشتی

۱۷ ۔ حضرت خواجہ شاہ نور محمد اسمٰعیل علی شاہ چشتی

۱۸ حضرت خواجہ شاہ علی صاحب گنج گوہر عرف علی اللہ چشتی

۱۹ ۔ حضرت خواجہ محب علی شاہ صاحب

۲۰ ۔ حضرت خواجہ شاہ سید جمال الدین حسینی پیرزادہ عرف بڑے خواجہ صاحب

۲۱ ۔ حضرت سیدنا شمس الدین حسینی عرف باشاہ صاحب

۲۲ ۔ حضرت سید عبد القادر حسینی ترپا تور

۲۴ ۔ قطبِ ارشاد حضرت عارف اللہ شاہ چشتی

۲۵ ۔ حضرت خواجہ حبیب اللہ شاہ چشتی

حضرت شاہ سلطان ثانی کی درگاہ تامل ناڈو کے شہر دوڈی گراباڈی میں واقع ہے ۔ آج کل آپ کی اولاد ہی درگاہ اور اس کے متعلقہ امور کی دیکھ بھال کرتی ہے ۔ موجودہ سجادہ نشین حضرت سید اکبر حسینی صاحب ہیں ۔ ان کی روایت ہے کہ حضرت شاہ سلطان اور حضرت شاہ سلطان ثانی میں

باپ اور بیٹے کا رشتہ ہے۔ حضرت شاہ سلطان ملکِ روم
کی کسی امارت کے امیر تھے۔ کسی بات سے متاثر ہوکر آپ
نے ترکِ دنیا کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ تاج تخت اپنے بڑے فرزند
کو سونپنا چاہا تو وہ راضی نہ ہوئے اور اپنے والد کی پیروی
کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ چنانچہ حضرت شاہ سلطان اپنے تین
فرزندوں کے ساتھ گھومتے گھومتے ہندوستان پہنچے اور پہلے
پہل شہر سورت ـــ گجرات ـــ میں اقامت گزیں ہوئے
پھر وہاں سے گلبرگا، بیجاپور ہوتے ہوئے بیدر پہنچے۔ اس
وقت وہاں حضرت شاہ سید محمد اکبر حسینی کا شہرہ تھا ۔
ان کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ کچھ زمانہ اپنے مرشد
کی صحبت میں رہے۔ پھر وہاں سے رخصت ہوکر تامل ناڈو
آئے۔ اور اب جہاں درگاہ ہے، وہاں قیام فرمایا۔
حضرت شاہ سلطان صاحب دیوان گزرے ہیں
آپ کا دیوان کم وبیش تین ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ حضرت
شاہ سلطان ثانی کو اپنے والد اور مرشد حضرت شاہ سلطان
سے بڑی عقیدت تھی۔ وہ اپنے والد سے زیادہ مشہور
ہوئے۔ ان کے مریدوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ آپ
کا انتقال ۱۱ رمضان ۱۰۹۷ھ کو ہوا۔ عمر ۸۹ برس تھی۔ اس اعتبار
سے آپ کی تصنیف درالاسرار گیارھویں صدی ہجری کے اواخر میں لکھی گئی۔

درالاسرار کی اہمیت

درالاسرار اواخر گیارہویں صدی ہجری کی تصنیف ہے۔ اس کے مصنف حضرت شاہ سلطان ثانی کی وفات ۱۰۹۷ھ میں ہوئی۔ اس رسالے کی تصنیف کی تاریخ اگر اس سن وفات کے آس پاس ہی قرار دی جائے تو اس سے کوئی پچاس برس پہلے ہی ۱۰۴۵ھ میں قدیم اردو کا زبردست نثری شاہ کار "سب رس" وجود میں آچکا تھا۔ "سب رس" نے گویا دکنی اردو کا مسلمہ معیار قائم کردیا تھا۔ یہ توقع صحیح ہوتی کہ اس کے بعد کی تصنیف ہونے کے باعث "درالاسرار" کی زبان میں زیادہ نکھار، زیادہ صفائی اور جملوں کی بندش میں پختگی ہوتی۔ لیکن "سب رس" کے مقابلے میں یہ کتاب اسلوب اور بیان کے اعتبار سے کم وقعت معلوم ہوتی ہے۔ حضرت امین الدین اعلیٰ کے بعد دکن میں صوفیانہ رسالوں کا انبار لگ گیا تھا۔ ان رسالوں میں ہر پھر کر وہی باتیں دہرائی جاتی تھیں۔ اصل مشاہدے کے فقدان، نظر کے سطحی پن اور عدم تفکر کے باعث یہ رسالے محض ذہنی ورزش کے نمونے بن کر رہ گئے۔ چنانچہ ان کے اسلوب وبیان میں ندرت، زور و قوت اور قدرتِ اظہار کی کمی واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے "درالاسرار" ان رسالوں سے مختلف نہیں ہے۔ لیکن تمثیل نگاری کے قدیم نمونوں

میں ایک قابلِ ذکر مقام دیا جا سکتا ہے۔ اس میں ایک تشکیلِ خیال کو مرتب اور مربوط انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مصنف نے ذاتِ الٰہی کو دریا سے، آیاتِ قرآنی کو موتیوں سے، حضرت محمد کو جوہری سے اور بازار کو دنیا سے تشبیہہ دے کر رسالے میں تمثیلی اور افسانوی رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے۔

موضوع کے اعتبار سے "درالاسرار" حضرت امین الدین علی اعلیٰ کے بعد سے درآنے والی بے اعتدالیوں پر روک لگانے اور متصوفانہ افکار کو متوازن ذہن اور سوجھ بوجھ کے معیار سے قبول کروانے کی ایک کوشش معلوم ہوتی ہے۔ حضرت امین کے بعد ان کے پیروکاروں نے دکنی تصوف کو ایک دل چسپ شغلہ بنا رکھا تھا۔ تصوف میں شُدبُد رکھنے والا ہر شخص مُرشد بنا ہوا اپنے اپنے حساب کتاب سے اس کی ترجمانی کر رہا تھا۔ "درالاسرار" کے مصنف نے ایسے مرشدوں اور ان کے گمراہ کن تصوف کے خلاف سالکوں کو خبردار کیا ہے۔ اس نے "عددی تصوف" کو نشانہ بنا کر سالکوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اِن بکھیڑوں میں نہ پڑیں کیوں کہ وہ اپنے بنیادی مقصد یعنی عرفانِ خدا کی منزل سے دور جا پڑیں گے۔ مصنف نے ہر دُر کے بیان کی تان اس پر توڑی ہے کہ خدا کا قول ہے کہ اگر تم نہیں جانتے تو خدا کے دوستوں سے پوچھو جو صرف اہلِ قال نہ ہوں بلکہ حقیقت میں صاحبِ حال ہوں۔ دراصل یہ ایک صالح کوشش تھی

تھی جو عددی تصوف میں وقت خراب کرنے والوں کو پسند نہیں آئی اور خواجہ معروف چشتی جیسے بزرگوں نے "کشف الاسرار" جیسی کتابوں کے ذریعے "درالاسرار" کے مصنف حضرت شاہ سلطان ثانی کو حقیر ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مجموعی طور پر اس رسالے سے جہاں اب سے لگ بھگ تین سو برس پرانی اردو کا اندازہ ہوتا ہے، وہیں گیارہویں صدی ہجری کے دکنی تصوف کے رجحانات کا پتہ بھی چلتا ہے۔

دُرُّ الاَسرار

مُرتّب متن اور جدید روپ

کنتُ کنزاً مخفیاً فاجبتُ ان اعرفَ فخلقتُ
الخلق یعنی او سلطان اپنے ذات کے دریا میں چھپا راز کا گنج رکھیا
تھا بقا کے موتیاں سوں بھر کر ہور اس حال میں یکایک اوس گنج کے
طرف نظر کیا ہور اوس موتیاں کا اوجالا دیک کر عاشق ہوا ہور مصلحت
تجویز میں لیایا جو ایسے راز کے موتیاں چھپا کر رکھنا خوب نہیں بلکہ عشق کے
بازار میں ظاہر کرنا بھلا ہے۔ دلے بغیر از جوہری کے اِس موتیاں کا قدر
نا ہوسی۔ اے تجویز اپس تے اپے کیا ہور جوہری کوں ظاہر کرنے لگیا۔
تب اوس ذات کے دریا کے نُور سو جوہری کوں بنایا۔ جیوں تجویز کیا
تھا تیوں کیا۔ ہور اس جوہری کوں عشق کے بازار میں لا بِلایا۔ بعد از
اوس ذات کے دریا میں غوطہ کھایا ہور اوس بقا کے موتیاں کوں اوپر
لیایا ہور موتیاں تمام اوس جوہری کے ہات میں دیا۔ تب جوہری نے
کمالیت کے نظر سوں او سب موتیاں کو دیکھا ہور بھوت پسند کیا۔ ہور
صفت اوس موتیاں کا جیوں تھا تیوں نجہ اوس موتیاں کا مول ظاہر کیا
سالکاں کوں بانٹ دینے کے واسطے عشق کے بازار میں او موتیاں
ظاہر کیا۔ یعنی اسے بھائی مقصود تجھے معلوم نہیں ہوا تو یہاں کھول
کہتا ہوں خوب سن۔ اول جو بے خودی کا حال تھا سو جیہ ذات کا دریا تھا

کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی اس سلطان نے اپنی ذات کے دریا میں بقا کے موتیوں سے بھرا ہوا راز کا گنج چھپا رکھا تھا۔ اس نے اسی حال میں یکایک اس گنج کی طرف نظر کی، موتیوں کے اجالے پر فریفتہ ہوا اور خیال کیا کہ ایسے راز کے موتیوں کو چھپا کر رکھنا مناسب نہیں بلکہ عشق کے بازار میں ظاہر کر دینا بہتر ہے۔ لیکن جوہری کے بغیر ان موتیوں کی سچی قدر نہیں ہو سکے گی۔ یہ سوچ کر اس نے جوہری کو ظاہری صورت میں لانے کا فیصلہ کیا اور اپنی ذات کے دریا کے نور سے جوہری کو پیدا کر کے عشق کے بازار میں لا بٹھایا۔ اس کے بعد اپنی ذات کے دریا میں غوطہ لگا کر بقا کے موتی باہر نکالے اور جوہری کے ہاتھ سونپ دیئے۔

اب جوہری نے ان موتیوں کو نظرِ کمالیت سے دیکھا۔ ان کو بہت پسند کیا اور ہر موتی کی صفت کے مطابق اس کا مول ظاہر کیا سالکوں کو راہ دکھانے کے لیئے اس نے بازارِ عشق میں تمام موتی ظاہر کر دیئے۔ اے بھائی اگر یہ بات تیری سمجھ میں نہیں آئی تو وضاحت کرتا ہوں سُن۔ اول جو بے خودی کا حال تھا وہ ذات باری کا دریا ہے

ہور ادس راز کا حال ہے سو سچ گنج ہے ہور قرآن کیاں آیتاں سو جیہ
موتیاں ہیں۔ خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو جیہ جوہری ہیں۔
ہور یہ جہاں سو جیہ عشق کا بازار ہے۔ ہور معنی کھولے ہیں سو جیہ موتیاں
کا مول ہے۔ اے بھائی سب توں سنیا ہور پایا۔ بیت

بنام احد گشت احمد چنیں
بوصفِ بیک میم شد نازنیں

یعنی ادس کا معنا، احد کے ناؤں سو احمد یوں ہوا۔
ہور یک میم کے صفت سوں عاشقی ہور معشوقی لیا۔ بعد ازاں اے بھائی
حق کی توفیق سوں ہور اس ہادی شاہ سلطان کے مدد سوں سالکاں
ہور طالباں کے واسطے اس بقا کے موتیاں میں سوں کتیک موتیاں
چن کر لیایا ہوں ہور راز کے معنی کے تاگے میں پُر دیا ہوں تب
یہ رسالے کا ناؤں درالاسرار کر رکھا ہوں۔ اس رسالے سے سالکاں
کوں بات دسے گا ہور طالباں کو طلب زیادہ ہوئے گا ہور عاشقاں
کوں عشق زیادہ پیدا ہوئے گا ہور کوئی پڑنے والا ہور سننے والا خدا
کے طلب میں آئے گا ہور خدا کے آشنائی بوجے گا ہور جو کوئی اس
درالاسرار کوں پڑنے منگے تو ادل چاہیا ہے ادسے موتیاں کا بہا
سمجے یعنی ادس کے معنایاں سوں واقف اچھے تب ای درالاسرار
ادس کے ہات لگے گا ہور دو غنی ہوئے گا، دانا ہور بینا ہور خدا

اور اس راز کا جو حال ہے وہی گنج ہے اور قرآن کی آیتیں ہی
موتیاں ہیں۔ خاتم النبیینؐ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جوہری ہیں۔
یہ سارا جہاں بازارِ عشق ہے اور رسول اللہ نے معنی کی جو تفسیر کی
ہے وہی اس کا مول ہے۔ اے بھائی تو نے سب سُن لیا ہے۔ بیت

بنامِ احد گشت احمد چنیں
بہ وصفِ بیک میم شد نازنیں

یعنی شروع میں صرف احد تھا۔ اس میں صرف ایک
میم کے اضافے سے عاشق اور معشوق کا امتیاز پیدا ہوا۔ بعد از
اے بھائی حق کی توفیق اور اس ہادی شاہ سلطان کی مدد سے سالکاں
اور طالباں کے واسطے اس بحر کے موتیوں میں سے کوئی ایک
موتیاں چن کر لایا ہوں اور راز کے معنی کے تاگے میں پرو دیا ہوں
تب اس رسالے کا نام درالاسرار رکھا ہے۔ اس رسالے سے
سالکوں کو راہ دکھائی دے گی اور طالبوں کو طلب زیادہ ہو گی
اور عاشقوں کو عشق زیادہ پیدا ہو گا اور کوئی پڑھنے والا اور سننے والا
خدا کی طلب میں آئے گا تو خدا کی معرفت حاصل کرے گا۔ اور کوئی
اس درالاسرار کو پڑھنے کا خواہش مند ہو تو پہلے ضروری ہے کہ
وہ موتیوں کا بہا سمجھے ان کے معنی سے واقفیت حاصل کرے تب
یہ موتی (درالاسرار) اس کے ہاتھ لگیں گے۔ وہ غنی ہو گا دانا اور بینا ہو گا۔ خدا

کے ذات سوں واصل ہوگا بنی علیہ السلام کے شفاعت سو۔
اے بھائی اوس راز کے موتیاں کی خبر یہاں سو دیتا ہوں خوب سن
ہور بوج لے۔

اوّل دُرّ یو ہے: قولہٗ تعالےٰ وفی انفسکم افلا تبصرون
یعنی خدا کہا تمارے تناں میں ہوں پس کی نہیں دیکتے تمٗ؟ قالَ
نبی علیہ السلام من عرفَ نفسہٗ فقدْ عرفَ ربّہٗ
یعنی جو کوئی اپس کو سمجا سو خدا کو سمجا ایس اے سالک اس آیت ہور
حدیث کی خبر سو باہر خدا کوں دھونڈنا کچھ غرض نیں۔ ہور پچھانت
اپنی کر کر اپس کوں پچھانا واجب ہور فرض ہے۔ اے سالک توں
اپس کوں پچھانیا ہے تو بول کر توں کون ہے؟ ہور کہاں تے
آیا ہے ہور آتے وقت کیا لیایا ہے ہور تو کہاں جاوے گا۔
ہور جاتے وقت کیا لے جاوے گا ہور تج میں توں خدا کوں
کہاں دیکتا ہے ہور رسول کا رنگ کس رنگ کا ہے کر پچھانا ہے
ہور تج میں رسول کوں کہاں دیکھتا ہے ہور ابلیس کے نور کوں
کس رنگ سوں پچھانیا ہے ہور تج میں فرض کہاں ہے ہور تج
میں سنت کہاں ہے ہور تج میں اسمان ہور زمین ہور بہشت
ہور دوزخ ہور عرش ہور کرسی ہور لوح ہور قلم ہور پل صراط
یہ سب اپس میں کہاں ہے۔ آن کے صورتاں ہور ٹھکانے اپس
میں کہاں ہیں ہور نفس ہور روح ہور دل ہور نور ہور عاشق

کی ذات میں واصل ہوگا۔ نبی کی شفاعت اسے حاصل رہے گی۔ اے بھائی راز کے ان موتیوں کی خبر یہاں سے دیتا ہوں خوب سن اور سمجھ لے۔

پہلا دُر یہ ہے: قولہٗ تعالےٰ وفی انفسکم افلا تبصرون۔ یعنی خدا نے کہا میں تمہارے تنوں میں ہوں پس تم مجھے کیوں نہیں دیکھتے؟ قال نبی علیہ السلام من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ یعنی جس نے خود کو سمجھ لیا اس نے خدا کو سمجھ لیا۔ پس اے سالک اس آیت اور حدیث کے باہر خدا کو ڈھونڈھنا بے ضرورت ہے اور اپنے آپ کو پہچاننا واجب اور فرض ہے۔ اے سالک اگر تو نے اپنے آپ کو پہچان لیا ہے تو بتا کہ تو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟ اور آتے وقت کیا لایا ہے اور تو کہاں جائے گا؟ اور جاتے وقت کیا لے جائے گا؟ اور تجھ میں تو خدا کو کہاں دیکھتا ہے اور رسول کا نور کس رنگ کا ہے اور تجھ میں تو رسول کو کہاں دیکھتا ہے اور بتا کہ تیرے علم کے مطابق ابلیس کا نور آخر کس رنگ کا ہے؟ اور تجھ میں فرض کہاں ہے اور تجھ میں سنت کہاں ہے؟ اور تجھ میں آسمان اور زمین اور بہشت اور دوزخ اور عرش اور کرسی اور لوح اور قلم اور پل صراط یہ سب تجھ میں کہاں ہیں۔ ان کی صورتیں اور ان کے ٹھکانے تجھ میں کہاں ہیں؟ اور نفس، اور روح اور دل اور نور اور عاشق

ہور معشوق ان کے صورتاں ہور ٹھکانے اپس میں کہاں ہیں؟ ہور ناسوت ہور ملکوت ہور جبروت ہور لاہوت ہور یاہوت ہور ہاہوت ہور شریعت ہور طریقت ہور حقیقت ہور معرفت اپس میں کہاں پچھانا ہے ہور فنا اپنے میں کون چیز ہے ہور بقا اپنے میں کون چیز ہے۔ پس اتنا چہ سمجھ کر اپس کوں پچھانے گا۔ اسی پچھانت میں خدا کے پچھانت بی پچھانے گا۔ اے سالک اپنے پچھانت ہور خدا کے پچھانت یوں اِس روشش ہے۔ بعضے محققاں دوسرے روشش بی پچھانت کرتے ہیں سو او روشش بی کہتا ہوں سن۔ اول سالک کوں پانچہ عناصر پچیس گن۔ چار وجود، چار دل، چار ذکر، چار باٹاں، چار منزل، ہور اس تمام مقاماں سوں خبردار ہونا تو اپس کوں پچھانے گا۔ ہور اس پچھانت سوں خدا کوں بی پچھانے گا کر کر بعض محققاں خبر دیتے ہیں۔ ہور معرفت کی ہور ج اِسس روشش کرتے ہیں۔ و لے اے سالک اپنی پچھانت ہور خدا کے پچھانت اتنا کچھ نا اچھے گا۔ اتنا دور بی نا اچھے گا ہور فرق بی خدا اپس تے اتنا نا اچھے گا جو چار منزلاں کر کر اسے اپڑنے کو۔ خدا کا قول تو یوں ہے۔ قولہٗ تعالےٰ ونحن اقرب علیہ من حبل الورید یعنی خدا کہا تمارے شہرگ تے اپیں نزدیک ہوں۔ ہور دوسری جاگا سن۔ خدا ہور بندے کے درمیان ایکیچہ قدم کا فرق ہے۔ حدیث قدسی لیس بنی وبینہ فرقٌ اِلا انی تقدمت العبودیت۔ یعنی اس کا معنا، نہیں ہے پرے اس کے درمیانے کچھ بی ایک بندے

اور معشوق، ان کی صورتیں اور ٹھکانے تجھ میں کہاں ہیں؟ اور ناسوت اور ملکوت اور جبروت اور لاہوت، اور ہاہوت اور ہاہوت اور شریعت اور طریقت اور حقیقت اور معرفت، تجھ میں کہاں پہچانتے ہیں؟ اور فنا اور بقا تجھ میں کس چیز کو کہتے ہیں؟ یہ سب کچھ تو سمجھ لے تو اپنے آپ کو پہچان لے گا اور اسی پہچانت میں خدا کی پہچانت بھی ہو جائے گی۔ اے سالک اپنی پہچانت اور خدا کی پہچانت کی یہ روش ہے۔ بعض محققوں نے پہچانت کی دوسری روش کا بھی ذکر کیا ہے وہ روش بھی سن لے۔ اول سالک کو پانچ عناصر پچیس گن، چار وجود چار دل، چار ذکر، چار باتوں، چار منزلوں اور ان کے تمام مقامات سے واقفیت ہو تو خود کو پہچانے گا۔ اور اسی پہچانت کے وسیلے سے خدا کو بھی پہچان لے گا۔ بعض محققوں نے اس کی خبر دیتے ہوئے معرفت کی یہ روش بتائی ہے۔ لیکن اے سالک اپنی پہچانت اور خدا کی پہچانت کے لئے نہ اس قدر اہتمام کی ضرورت ہے نہ خدا شناسی میں اس قدر دوری یا فرق ہے کہ چار منزلیں طے کر کے اُسے پایا جائے خدا کا قول تو یہ ہے کہ ونحن اقرب علیہ من حبل الورید یعنی خدا نے کہا میں تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہوں۔ اور دوسرا قول بھی سن۔ خدا اور بندے کے درمیان بس ایک ہی قدم کا فرق ہے۔ حدیث قدسی لیس بنی وبینہ فرقٌ الا انی تقدمت العبودیت۔ یعنی اس کا معنا، میرے اور اس کے درمیان بندے پنے کے ایک قدم

پنے کے قدم بغیر از ۔ پس اے سالک چلنے والے کوں ایک قدم ہے
جس وقت قدم بندے پنے کا اوٹھایا اوسی وقت صاحب پنے کا
جاگا پاتا ہے ۔ پس اس قدر کے چلنے والے کوں چار منزلاں کا کیا
حاجت ہے ؟ ولے اس عقدے کوں بجز کامل مرشد پانا مشکل ہے
اپنی سمج سوں نہیں ۔ یہ اشارت خداتے سُن قولہٗ تعالیٰ بشیٍ من علمہٖ
یعنی خدا کہا اپنی سمج سوں کسی چیز کوں نا پاسکے یعنی پیر و مرشد سمجائے
بن ۔ یہ اشارت خداتے سن فسئلوا اهل الذکران کنتم لا تعلمون
یعنی خدا کہا ہور جو تمے خدا کے آشنائی کے لوگاں سوں اگر نہیں جانتے
اچھیں گے تو ۔ پس اے سالک اس واسطے یہ فرد کہا ہوں ۔

بہائے دُر معما ماند الحال
اگر خواہی بپرس از صاحب حال

دوسرا دُر یہ ہے: قولہٗ تعالیٰ هوالاول هوالاخر هوالظاهر هو
الباطن وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن یعنی لیس فی الدارین الا
ھو ۔ یعنی نہیں دونوں جہاں میں بغیر از او ۔ پس اے سالک اول آخر ظاہر
باطن یہ چار محلاں میں تو خداچ ہے ۔ ہور چار و گھر تو خدا کیچہ ہوئے ۔
آتاں اس میں بندے کا گھر کہاں ہے ؟ اگر توں جانے گا جو خدا ہور
بندہ دونوں مل کر اس چارو گھر میچ ہے تو بہی بندے کوں وصل
کا فراق کھینچنے کا کیا حاجت ہے ؟ ہور بہی منگتا ہنا خدا سوں رکھنا

سے زیادہ فرق نہیں ہے۔ پس اے سالک چلنے والے کو ایک قدم کافی ہے۔ جس وقت بندگی کا قدم اٹھایا اسی وقت خدائی کا رتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس قدر چلنے والے کو چار منزلیں طے کرنے کی کیا حاجت ہے؟ لیکن یہ عقدہ بغیر مرشد کامل حل کرنا مشکل ہے اس بارے میں اپنی سمجھ عاجز ہے۔ خدا کا ارشاد ہے بشیٍ من علمہٖ یعنی خدا نے فرمایا پیر و مرشد کے سمجھائے بغیر کسی چیز کو پا نہیں سکو گے خدا کا یہ ارشاد بھی سن۔ فسئلوا اهل الذکران کنتم لا تعلمون یعنی خدا نے فرمایا اگر تم نہیں جانتے تو خدا کے آشنا لوگوں سے پوچھو۔
اسی لئے اے سالک! یہ فرد بھی عرض کیا ہے۔

بجائے دُر معما مانند المحال
اگر خواہی۔ بپرس از صاحبِ حال

دوسرا دُر یہ ہے: قولہٗ تعالےٰ هو الاول هو الاخر هو الظاهر هو الباطن وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن یعنی لیس فی الدارین الا هو۔ یعنی دونوں جہاں میں سوائے اس کے دوسرا نہیں۔ پس اے سالک اول آخر ظاہر باطن کے چاروں محلوں میں تو خدا ہی ہے تو اس میں بندے کا گھر کہاں ہے؟ اور اگر تو یہ کہے کہ خدا اور بندہ دونوں مل کر ان گھر دل میں ہیں تو بندے کو خدا کے وصل کی حسرت میں تڑپنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور خدا کی طلب رکھنے

ملنے کا کیا غرض ہے۔ حیف اے بھائی یوں نکو سمجھ اس خدا کے محلوں میں
بندے کا گھر جدا ہے ولے دو گھر جو توں پاوے گا ولے اے سالک
خدا کسے کہتے ہیں سو توں بُجھ کہ بندہ ہو۔ ہور بعضے کہتے یہ وجود بندا ہے
ولے اس بات پر کاملاں ہنستے ہیں۔ کس واسطے کہیں گا تو سُن۔ یہ وجود
تو چار عناصروں کا ہے ہور عناصراں تو چار فرشتے ہیں۔ اس وجود کے
خاصیتاں اس فرشتیاں کے ہیں۔ پس وجود تو بندا نہیں ہوا۔ یہ چار
فرشتے ہیں ہور بندے کا ایک نام ہے۔ اس وجود میں چار شخص
کے چار نام ہے۔ یہ وجود تو پیدا نہیں ہوا۔ اس وجود میں جیو جسے
کہتے ہیں او تو خدا تے مِل کر ہے ہور قدیم ہے کچھ نوا پیدا نہیں ہوا۔
ہور بندہ تو نوا پیدا ہوا ہے۔ قدیم بنا اِسے تو نہیں۔ اس سبب جیو
بندا نہیں۔ اِتاں اس وجود میں بندہ کون ہے سو بول۔ یہاں بندہ
نہیں دِستا ہے کر جانے گا تو صاحب کہاں کا کیوں کہے گا؟ تو اول
نفر نا اچھے گا تو صاحب کوں صاحب کون کہے گا؟ حیف اے سالک
بندا ہور بندے کا گھر بی ہے ولے بجز کامل مرشد پانا مشکل ہے
قولہٗ تعالیٰ ولا یحیطون بشیءٍ علمہٖ یعنی خدا کہا نا پاسی کوئی کچھ بی
اپنی بُجھ سوں تو کاملاں کوں پوچھنا واجب ہوا۔ قولہٗ تعالیٰ فسئلو
اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی خدا کہا پوچھو تمیں خدا کے
دوستاں سوں اگر نا جانتے اچھیں گے تو۔ اس دُر کا معنا پوچھنے
منگتا ہے تو کاملاں سوں پوچھ؛ پاوے گا۔

کا مطلب کیا ہوا؟ حیف اے سالک یہ نہ سمجھ کہ خدا کے محلوں میں بندے
کا گھر جدا ہے۔ تو اپنے صاحب کا گھر بندے پنے کے گھر سے نکل کر
ہی پائے گا۔ اور بندہ ہونے کے لئے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ خدا کس
کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہی وجود بندہ ہے لیکن کامل یہ بات سن
کر ہنستے ہیں۔ وجہ یہ کہ یہ وجود چار عناصر کا بنا ہے اور یہ چار عنصر
چار فرشتے ہیں۔ وجود کی خاصیتوں سے یہی ثابت ہے۔ چنانچہ یہ وجود
بندہ نہیں ہو سکتا۔ فرشتے چار ہیں اور بندے کا نام ہے۔ اس وجود میں
چار شخص کے چار نام ہوئے۔ اس وجود میں جان جسے کہتے ہیں وہ
تو خدا سے مل کر ہے۔ قدیم ہے کچھ نئی نہیں پیدا ہوئی۔ اور بندہ
نیا پیدا ہوا ہے۔ اس کو قدیم پن حاصل نہیں۔ اس سبب سے
جان بندہ نہیں کہی جا سکتی۔ تو پھر آخر بول کہ اس وجود میں بندہ
کون ہے؟ اگر بندہ واقعی نہیں ہے تو صاحب کو صاحب کون
کہے گا؟ افسوس اے سالک حقیقت میں بندہ بھی ہے اور بندے
کا گھر بھی لیکن مرشدِ کامل کے بغیر یہ راز پانا مشکل ہے۔ قولہٗ تعالیٰ
ولا یحیطون بشیءٍ من علمہ یعنی فرمایا خدا نے کوئی اپنی سمجھ سے کچھ
پا نہ سکے تو کاملوں سے پوچھنا واجب ہے۔ قولہٗ تعالیٰ فسئلو
اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی فرمایا خدا نے پوچھو تم خدا کے
دوستوں سے اگر نہیں جانتے۔ اس در کا معنا جاننا چاہتا ہے
تو کاملوں سے دریافت کر، پائے گا۔

بہائے دُر معما مانند المحال
اگر خواہی بپرس از صاحب حال

تیسرا دُر یہ ہے : قولہٗ تعالیٰ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید
یعنی خدا کہا ہے میں تمہاری شہرگ تے بھی نزدیک ہوں ۔ توں نظر
میں دیستا کہے گا تو بول خدا کی صورت کیسی ہے ؟ ہور شکل کیسے ہے ؟
ہور بعضے کہتے ہیں کہ خدا کے صورت ہور شکل نہیں ۔ تو اے سالک
خدا کوں صورت ہور شکل نہ اچھتی تو نبی علیہ السلام رأیت ربی برلی
نا کہتے ۔ ہور او بیسے صورت نتھی تو او نو کے دیکھنے میں کیوں آیا ؟
حیف اے سالک خدائے تعالیٰ با صورت ہمیشہ شہرگ تے نزدیک
ہے ۔ ولیکن اندھے نہیں دیکھتے ہیں ۔ حدیث نبوی الانسان بنیاد
ربہٗ خلق آدم علی صورتہ ۔ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز سوں یہ
ارشاد سُن

در دیدہ ہمہ عالم عین یقین است
اما کسے چکنند کہ ازیں راہ خبر نیست

یعنی اس کا معنا تمام عالم کے دیدیاں میں تحقیق ہے
ولے کس کو اس کی خبر نہیں ۔ حیف اے سالک چلنے والے کو ایچہ
اشارت بس ہے ۔ حیف اے سالک دیکھنا بجز کامل مرشد پانا
مشکل ہے ۔ قولہٗ تعالیٰ ولا یحیطون بشیءٍ من علمہ نا پاسی

بہائے دُرِ معما مانند الحال
اگر خواہی بپرس از صاحب حال

تیسرا دُر یہ ہے: قولہٗ تعالیٰ ونحن اقرب علیہ من حبل الورید
یعنی فرمایا خدا نے، میں تمہاری شہ رگ سے بھی قریب تر ہوں۔ اگر
تو کہے کہ خدا نظر میں سما سکتا ہے تو بتا کہ اس کی صورت اور شکل
کیسی ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ خدائے تعالیٰ کو صورت اور
شکل نہیں ہے۔ اے سالک خدا کے صورت اور شکل نہ ہوتی
تو نبی علیہ السلام رایت ربی بربی ہرگز نہ کہتے۔ اگر اس کے صورت
نہیں تو انہوںؐ نے اس کا دیدار کیسے کیا؟ افسوس اے سالک
خدا ہمیشہ باصورت شہرگ سے بھی نزدیک ہے۔ لیکن اندھے
دیکھ نہیں سکتے۔ حدیثِ نبوی الانسان بنیاد ربہٗ خلق آدم
علی صورت۔ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کا فرمایا یہ ارشاد
سُن

در دیدہ ہمہ عالم عین یقیں است
اما کسے چکند کہ ازیں راہ خبر نیست
یعنی سارے عالم کی آنکھوں میں ہے لیکن کسی کو اس
کی خبر نہیں۔ حیف اے سالک چلنے والے کو اس قدر اشارہ کافی ہے
یہ راز بغیر مرشد کامل پانا مشکل ہے۔ قولہٗ تعالیٰ ولا یحیطون بشئ علمہٖ۔ نا پا سکے

کوئی پچھا اپنے سچ سوں بن ہادی کے۔ قولہٗ تعالیٰ فسئلوا اھل الذکر
ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی خدا کہا پوچھو تمیں خدا کے دوستاں سوں
اگر نہیں جانتے اچھیں گے تو۔ فرد

نہائے دُر معنا مانند الحال
اگر خواہی بپرس از صاحب حال

چوتھا دُر یہ ہے: قولہٗ تعالیٰ الذین ھم فی صلواتہم دائمون۔
یعنی خدا کہا او کوئی ہمیشہ نماز منیچہ ہے۔ اے سالک یہ کون نماز ہے
جو کدھیں قضا نہیں ہوتا ہے۔ ہور ہمیشہ نماز منیچہ ہو کر اچھتا ہے۔ بعضے
محققاں کہتے ہیں کہ اپنے یاد سوں خدائے تعالیٰ کوں فراموش نہیں
کئے تو وہی ہمیشہ کی نماز ہے۔ ولے اے سالک یاد سوں بی ہمیشہ
ہمیشہ کی نماز نہ ہوسی۔ کیوں کر پوچھتا ہے سن۔ جہاں یاد ہے تہاں
بسر بھی ہے۔ پس بسر ہیں کیا تو او نماز تو ٹوٹے گی۔ یہ نماز یو بھی
نہیں۔ اِس نماز ہیں یاد ہے نا بسر ہے نا فراموشی ہے۔ ہور نماز
عین مسجد سوں جدا نہیں ہوسکتی۔ ہور مسجد بھی اس نماز سوں جدا
نہیں ہوسکتی۔ حیف اے سالک ایسی نماز ہیں نبی علیہ السلام ہمیشہ
مستقیم تھے۔ بعد از اون کے صدقِ اکبر سوں اُمت کے فقیراں یہ
اے نماز عطا ہوا۔ حیف اے سالک جیکوئی معرفت کے اس نماز
سوں اندھلا اچھے گا تو او ہزار برس عبادت کرے گا تو عبادت

کوئی کچھ اپنی سمجھ سے بن ہادی کے۔ قولہٗ تعالیٰ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی فرمایا خدا نے، اگر نہیں جانتے تو خدا کے دوستوں سے پوچھ لو۔ فرد

بہا سے دُر معنا ماند المحال
اگر خواہی بپرس از صاحبِ حال

چوتھا دُر یہ ہے: قولہٗ تعالیٰ الذین ھم فی صلوٰتہم دائمون یعنی خدا نے فرمایا کہ وہ ہمیشہ نماز میں ہیں۔ اے سالک یہ کونسی نماز ہے جو کبھی قضا نہیں ہوتی ہے اور وہ کون ہیں جو دائم نماز میں ہیں بعض محقق کہتے ہیں کہ خدا کو اپنی یاد سے فراموش نہ کریں تو وہی ہمیشہ کی نماز ہے۔ لیکن اے سالک یاد سے بھی ہمیشہ ہمیشہ کی نماز ہو نہیں سکتی۔ اگر تو یہ سوال کرے کہ وہ کیسے؟ تو سن۔ یاد جہاں ہے وہیں فراموشی بھی ہے۔ پس ذرا سی فراموشی ہوئی اور نماز ٹوٹ گئی۔ یہ نماز ویسی نماز نہیں ہے۔ اس نماز میں یاد، بھلاٹ یا فراموشی کا تو ذکر ہی نہیں ہے۔ پھر نہ نماز مسجد سے جدا ہو سکتی ہے اور نہ مسجد نماز سے۔ اے سالک رسول اللہ اس نماز میں مستقیم تھے۔ حضرتؐ کے بعد صدیقِ اکبر سے اُمت کے فقیروں کو یہ نماز عطا کی گئی۔ افسوس اے سالک جو کوئی معرفت کی اِس نماز سے بے خبر رہ گیا وہ چاہے ہزار برس عبادت کرلے، پروردگار اس کی عبادت

اس کی خدائے تعالیٰ قبول نا کرسی۔ اس باب میں بنی علیہ السلام
فرمائے ہیں۔ حدیث لا یقبل تعالیٰ عبادت العبد بغیر معرفتک
وان کان فی العبادۃ یعنی بنی علیہ السلام کہے قبول نا کرسی خدا یتعالیٰ
عبادت بندیاں کی بغیر خدا کی معرفت بوجھے۔ اگر کئی ہزار برس عبادت
میں اچھے گا تو بہی اے سالک بجز خدائے تعالیٰ کی معرفت بوجھنا۔
ولیکن خدا کے معرفت بجز کامل مرشد حاصل نا ہوسی۔ اے خبر بھی
بنی علیہ السلام سوں سن ۔ من لا شیخ لہ فی الشیطان الشیخ۔ یعنی بنی
کہے جس کا پیر نہیں سو اوس کا پیر شیطان ہے۔ حیف اے سالک
ہر ایک مسلمان پر واجب ہے ہور فرض ہے جو کامل پیر طلب
کرے ہور ڈھونڈے ہور خدا کی معرفت حاصل کرے۔ ویسے
کاملاں کا جاگا چین میں یا ماچین میں جاں اچھیں گے وہاں ڈھونڈتے
جانا فرض ہے۔ اس باب میں بنی علیہ السلام فرمائے ہیں۔ حدیث
قدسی جعلنا فرض علی الانسان ان یطلبون شیخ کاملہ لاجلے
مکانہٗ فی الیمن و فی العجم و فی الشام۔ یعنی اوس کا معنا خدا
کہیا فرض ہے مسلمان پر جو طلب پکڑو کامل مرشداں کی ہور انوں
سوں حاصل کرو بنی صاحب کی بوجھ ہور اپنی معرفت اگر اس کاملاں
کا جاگا چین ماچین میں اچھے گا یا عجم کے ملک میں اچھے گا بھی تو جاؤ
ہور اپنی معرفت پاؤ کر خدا کہیا ہے۔ حیف اے سالک خدائے
تعالیٰ اپنے معرفت بجھنے کوں اتنی تاکید کیا ہے تو ہر مسلمان پر فرض

ہرگز قبول نہ کرے گا۔ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
سُن۔ حدیث لا یقبل تعالیٰ عبادت العبد بغیر معرفتکے
وان کان فی العبادۃ یعنی نبی علیہ السلام نے کہا جو بندے خدا کی
معرفت کو پہنچے بغیر عبادت کریں گے خدا ان کی عبادت قبول نہیں کرنے
گا۔ تو اے سالک خدا کی معرفت کو پہنچے بغیر ہزار برس کی عبادت بھی
بے فائدہ ہے۔ لیکن خدا کی معرفت مرشدِ کامل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی
نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی سن من لا شیخ لہٗ فی الشیطان الشیخ۔
یعنی جس کا پیر نہیں اُس کا پیر شیطان ہے۔ حیف اے سالک، ہر
ایک مسلمان پر واجب اور فرض ہے کہ کامل پیر کی جستجو کرے
اسے ڈھونڈھے اور خدا کی معرفت حاصل کرے۔ اگر ایسے پہنچے
ہوئے کامل بزرگ چاہے چین ماچین میں کیوں نہ ہوں انہیں وہاں
ڈھونڈھتے جانا فرض ہے۔ اس باب میں نبی علیہ السلام فرماتے ہیں
حدیث قدسی جعلنا فرض الانسان ان یطلبون شیخ کاملہ لاجل
مکانۂ فی الیمن وفی العجم وفی الشام۔ یعنی پروردگار نے
فرمایا ہے کہ مسلمانوں پر مرشدانِ کامل کا دامن پکڑنا فرض ہے
اور یہ بھی فرض ہے کہ ان سے عرفانِ نبی اور معرفتِ خدا کا علم حاصل
کریں چاہے یہ بندگانِ کامل چین ماچین میں بستے ہوں یا عجم کے
کسی اور ملک میں۔ حیف اے سالک خدائے تعالیٰ نے اپنی معرفت
سمجھنے پر اس قدر زور دیا ہے، ایسی تاکید کی ہے تو ہر مسلمان پر فرض

عین ہے جو اپنی حیاتی لگ خدا یتعالیٰ کی معرفت بوجنا ہور اس
کے نور کوں دیکنا۔ اگر کوئی کہیں گے، ہمیں قیامت کوں دیکھیں گے
تو ان کی خبر خدا قرآن میں دیا ہے سو سن ۔ قولہٗ تعالیٰ من کان فی
هذا اعمی فهو فی الاخرة [illegible] اعمی یعنی خدا کہیا جو کوئی اپنی معرفت
سوں اس جہاں میں اندہلا اچھے گا تو او آخرت میں بھی اندہلا ہو
کر اچھے گا۔ حیف اے سالک اندھلا ہو کر اچھنا خوب نہیں۔ اس
کی آشنائی کے لوگاں سوں روشنی پانا بہتر ہے۔ قولہٗ تعالیٰ
فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی خدا کہیا پوچھو تمیں خدا
کے دوستاں سوں اگر نا جانتے اچھیں گے ۔ اسی واسطے یہ فرد بھی
کہیا ہوں ۔

بہاے دُر معما ماند المحال
اگر خواہی بپرس از صاحب حال

پانچواں دُر یو ہے : من شجرة مبارکة زیتونة لا شرقیة و لا
غربیة یعنی خدا کہیا زیتون کا مبارک جھاڑ نا مغرب میں ہے ہور نا
مشرق میں ہے۔ حیف اے سالک اے کون جھاڑ ہے جو اس
جھاڑ کے نزدیک نا رات ہے نا دیس ہے تو وہاں کس روش جانا
ہور اس جھاڑ کوں کس روش کا ہے کر پچھانا۔ حیف اے سالک
اس جھاڑ کوں جانتا ہے چپ رہ ۔ اگر نہیں جانتا ہے تلاش کر پاوے

عین ہے کہ زندگی بھر خدائے تعالیٰ کی معرفت کے حصول میں لگا ہے اور اس کے نور کو دیکھتا رہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہم اس کا نور قیامت میں دیکھ لیں گے، تو سن کہ ایسوں کے بارے خدا قرآن میں کیا فرماتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ من کان فی ھذا اعمیٰ فھوا فی الاخرۃ اعمیٰ یعنی فرمایا پروردگار نے جو کوئی میری معرفت سے دنیا میں اندھا ہوگا تو آخرت میں بھی اندھا ہو اٹھے گا۔ حیف اے سالک اندھا ہو کر رہنا خوب نہیں۔ اس لئے خدا آشنا لوگوں سے روشنی پانا بہتر ہے۔ قولہٗ تعالیٰ فسئلوا اھل الذکران کنتم لا تعلمون یعنی خدا نے فرمایا اگر نہیں جانتے تو خدا کے دوستوں سے پوچھ لو۔ اسی لئے یہ فرد بھی کہا ہے۔

بہائے دُر معما ماند الحال
اگر خواہی بپرس از صاحب حال

پانچواں دُر یہ ہے: من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ۔ یعنی فرمایا پروردگار نے، زیتون کا مبارک درخت نہ مغرب میں ہے اور نہ مشرق میں۔ حیف اے سالک یہ کون سا درخت ہے کہ اس کے پاس نہ دن ہے نہ رات۔ پھر اگر اس کے پاس جانا تو کس روش اور اسے پہچاننا کیسے؟ حیف اے سالک اگر تو اس درخت کو پہچانتا ہے تو چپ رہ۔ اگر نہیں جانتا تو تلاش

گا۔ بنی علیہ السلام فرماتے ہیں سو سن طلب شیاً جدا وجدا یعنی بنی
علیہ السلام کہے جکوئی کس چیز کوں منگتا تو تلاش کر پاوے گا۔
حیف اے سالک حدیث ہور آیت کا مطلب سن کر غافل رہنا
کیا سبب ہور جاہل بے خبر اچھنا کیا فائدہ۔ قولہ تعالیٰ فسئلوا اھل
الذکران کنتم لا تعلمون یعنی پوچھو تمیں خدا کے دوستاں سوں اگر
نا جانتے اچھیں گے تو۔ فرد

بہائے دُر معما مانند الحال
اگر خواہی بپرس از صاحب حال

<u>چھٹا دُر یو ہے:</u> قولہ تعالیٰ امتنا اثنتین واحیتنا اثنتین۔ یعنی خدا
کہیا تمنا دو بار ماریا ہوں ہور تمنا دو بار جلایا ہوں۔ اے سالک
لے کیا اچھے گا جو تمام خلق دو بار موئے ہیں ہور دو بار جیئے ہیں
ایتاں موت آوے گی سو تیسری موت ہے۔ حیف اے سالک
اس آیت کا معنا بغیر کاملاں کوئی نیں جانتے۔ توں بی جانتا نا
اچھے گا تو کاملاں سوں بوج لے۔ قولہ تعالیٰ فسئلوا اھل الذکر
ان کنتم لا تعلمون یعنی پوچھو تمیں خدا کے دوستاں کوں اگر
نا جانتے اچھیں گے تو۔ فرد

بہائے دُر معما مانند الحال
اگر خواہی بپرس از صاحب حال

کر پائے گا۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد سُن ۔ طلب شیٔ جدّ وجدا۔ یعنی
نبی علیہ السلام کا فرمان ہے ۔ اگر کسی چیز کی طلب ہے تو تلاش کر ضرور
پائے گا۔ حیف اے سالک حدیث اور آیت کا مطلب جانتے ہوئے
بھی غافل رہنا درست نہیں اور جاہل بے خبر رہنے میں کوئی فائدہ نہیں
قولہٗ تعالیٰ فسئلوا اھل الذکران کنتم لا تعلمون۔ یعنی فرمایا خدا
نے اگر نہیں جانتے تو خدا کے دوستوں سے پوچھ لو۔ فرد

بہائے دُر معما ماند الحال
اگر خواہی بپرس از صاحبِ حال

<u>چھٹا دُر یہ ہے:</u> قولہٗ تعالیٰ امتنا اثنین واحینا اثنین۔ یعنی خدا
نے فرمایا کہ ہمیں میں نے دو بار ہلاک کیا ہے اور دو بار زندہ کیا
ہے۔ اے سالک یہ کیا راز ہے کہ تمام خلق دو بار مری ہے اور دو
بار زندہ ہوئی ہے۔ اب جو موت آئے گی وہ تیسری موت ہوگی
حیف اے سالک اس آیت کا معنا سوائے کاملوں کے اور کوئی
نہیں جانتا۔ اگر تو بھی نہیں جانتا تو کامل لوگوں سے پوچھ لے۔
قولہٗ تعالیٰ فسئلوا اھل الذکران کنتم لا تعلمون۔ یعنی فرمایا خدا
نے اگر نہیں جانتے تو خدا کے دوستوں سے پوچھ لو۔ فرد

بہائے دُر معما ماند الحال
اگر خواہی بپرس از صاحبِ حال

ساتواں دُر یو ہے : قولہٗ تعالیٰ موتوا قبل ان تموتو۔ یعنی خدا کہا موت کے انگے مرد۔ کیوں مرنا کہے تو بعضے محققاں کہتے ہیں جو عورتاں کے لیع۔ دہ رنگ ریاں کے طمع ہور ماں کے طمع کچہ نا رکھی بھی منگنے سوں ہور حرص سوں ہور بغض سوں ہور کپٹ سوں ہور شہوت سوں ہور نفس کے تمام برے گن سوں جکوئی گذریا سو او مرنے کے انگے موا۔ بعضی محققاں بولتے ہیں ولیکن اے سالک برے گن تمام غیر ہے جکوئی اس غیر سوں گذریا سو او پاک ہے ناکر او موا۔ حیف اے سالک مرنے تے انگے مرنے کا خلاصہ تو ایسی روش نا اچھے گا۔ حیف اے سالک لے کاملاں سوں پا۔ توں اگر مرد ہے تو ایسی حیات سوں مر ہور ہمیشہ کی حیات لے۔ ہور وقت یہی ہے ہور صبا پاؤں گا کہے گا تو اس حیات کا امید ہور بھروسا نہیں۔ اے اشارت خدا تے سن۔ من حیاۃ الدنیا قلیلۃٌ یعنی خدا کھیا ایسے تن کی حیات بھوت تھوڑی ہے۔ ہور او اختیاری بھی نہیں تو اس واسطے تجھی مرنا لازم ہے جو آج مرنے کے انگے مرنا۔ اس کا خلاصہ نہیں پایا ہے تو خدا کے دوستاں سوں پوچھ پاوے گا۔ جوں کہ خدا تے بھی سن فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی پوچھو تمیں خدا کے دوستاں سوں اگر نہیں جانتے اچھیں گے۔ فرد

بہائے دُر معنا مانند الحال اگر خواہی بپرس از صاحبِ حال

ساتواں دُر یہ ہے: قولہٗ تعالیٰ موتو قبل انت موتو۔ نی خدا نے فرمایا موت سے پہلے مرو۔ محققین اس کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ جو کوئی عورتوں کی طمع، لڑکوں کی طمع اور مال کی طمع نہ رکھے اور ہاتھ پھیلانے سے اور حرص سے اور بغض سے اور کپٹ سے اور شہوت سے اور نفس کے تمام بُرے گنُوں سے گزر جائے وہ موت سے پہلے مرا۔ لیکن بعض محققوں کا یہ کہنا ہے کہ بُرے گُن سب غیر ہیں۔ جو کوئی اس غیریت سے گزر گیا سو وہ پاک ہے نہ کہ مرا ہوا۔ حیف اے سالک مرنے سے پہلے مرنے کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا۔ حیف اے سالک اس کا معنا تو کاملوں سے پوچھ تو اگر مَرد ہے تو ایسی حیات سے گزر اور ہمیشہ کی حیات لے۔ ایسی حیات پانے کا یہی وقت ہے۔ اگر تو اسے صبح بھی پانے کی تمنا کرے گا تو اس کی کوئی امید نہیں۔ خدا کا یہ اشارہ سن۔ من حیاۃ الدنیا قلیلٌ۔ یعنی خدا نے کہا اس تن کی حیات بہت مختصر ہے۔ پھر اپنے اختیار میں بھی نہیں تو تجھے لازم ہے کہ آج موت سے قبل مر جائے۔ اگر اس کا مطلب تجھے معلوم نہیں ہوا تو خدا کے دوستوں سے پوچھ پائے گا۔ خدا بھی تو فرماتا ہے فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی اگر نہیں جانتے تو خدا کے دوستوں سے پوچھ لو۔

بہائے دُر معما ماند الحال
اگر خواہی بپرس از صاحب حال

آٹھواں دُر یو ہے : قولہٗ تعالیٰ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ھا

رایت شیئًا الا ورایت اللہ یعنی خدا نے فرمایا جس طرف منہ کریں

گے اس طرف میرا چہ موں ہے۔ پس اے سالک خدا کا موں ہر طرف

ہے تو نظر میں دستا ہے تو بول۔ اے سالک خدا کا موں ایسا

روشن ہے وہ اندھلے نہیں دیکھتے ہور اس لذت تھے دور ہیں

اس واسطے انسوس میں عمر گنواتے ہیں۔ حیف اے سالک اندھا

پنا لے کر عمر اپنا انسوس میں نکو گنوا۔ توں خدا کے دوستاں سوں

پوچھ کر توں بینا ہو کر اچھ۔ قولہٗ تعالیٰ فسئلوا اھل الذکر ان

کنتم لا تعلمون یعنی پوچھوتیں خدا کے دوستاں سوں اگر

نا جانتے اچھیں گے تو۔ فرد

بہائے دُر معما ماند الحال

اگر خواہی بپرس از صاحب حال

نواں دُر یو ہے : قولہٗ تعالیٰ لا رب ولا عبد ولا انتم ولا

انا۔ یعنی خدا کہا خدا بھی نہیں ہور بندہ بھی نہیں وہ بھی نہیں اپے بھی

نہیں۔ حیف اے سالک یہ عجب راز ہے جو اس راز میں خدا ہور

بندا دونوں فنا ہوتے ہیں۔ اے سالک بندہ فنا ہونا تو خدا

بقا ہو کر اچھنا ہور خدا بھی فنا ہونا تو باقی بقا کیا ہے سو بول۔

حیف اے سالک توں یہ راز پاوے گا تو انا الحق بھی ہرگز نہ کہے

آٹھواں دُر یہ ہے: قولہٗ تعالیٰ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ما
رأیت شیئاً الا و رأیت اللہ۔ یعنی خدا نے فرمایا جس طرف
مُنہ کریں گے اس طرف میرا ہی مُنہ ہے۔ پس اے سالک خدا
کا منہ ہر طرف ہے اور دکھائی دیتا ہے تو بول۔ اے سالک خدا
کا منہ ایسا روشن ہے۔ لیکن اندھے نہیں دیکھتے اور دیدار کی لذت
سے محروم ہیں۔ اور اسی لئے افسوس میں عمر گنواتے ہیں۔ اے
سالک تو اندھے پن سے اپنی عمر افسوس میں نہ گنوا۔ خدا کے دوستوں
سے پوچھ اور بینا ہو کر رہ۔ قولہٗ تعالیٰ فسئلوا اھل الذکر
ان کنتم لا تعلمون یعنی اگر تم نہیں جانتے تو خدا کے دوستوں
سے پوچھ لو۔ فرد

بہائے دُر معما ماند الحال
اگر خواہی بپرس از صاحبِ حال

نواں دُر یہ ہے: قولہٗ تعالیٰ لا رب ولا عبد ولا انتم ولا
انا۔ یعنی فرمایا خدا نے، خدا بھی نہیں بندہ بھی نہیں۔ وہ بھی نہیں
آپ بھی نہیں۔ حیف اے سالک یہ عجب راز ہے کہ خدا اور بندہ
دونوں فنا ہوتے ہیں۔ اے سالک بندہ فنا ہوگا تو خدا بقا ہو کر رہتا
ہے۔ اگر خدا بھی فنا ہو گیا تو پھر بقا کیا چیز ہے؟ حیف اے
سالک اگر یہ راز تجھ پر آشکار ہو گیا تو تو انا الحق بھی ہرگز نہ کہہ

اس راز کوں تو کیا سمجھے گا یہاں واصل بھی سرگرداں ہے ۔ یہ اشارت
سید محمد حسینی گیسو دراز تھے سن ۔ بیت

عجب نیست کہ سرگشتہ بود طالب دوست
عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم

یعنی اوس کا معنا عجب نہیں ہے کہ خدا کا طالب سرگرداں
ہے ۔ عجب یہ ہے کہ میں خدا سوں ملیا ہوں ہور سرگرداں ہوں ــــ
حیف اے سالک خدا سوں ملے پچھیں کیا سرگردانی رہتی ہے ؟ توں
بوجھ پاوے گا ۔ ہور خدا بندہ فنا ہوے بعد از بقا کیا رہتا ہے
سو بول اگر بوجھے گا تو تمام طردج کا نہایت ہے ۔ اے سالک
یہ سب باتاں بجز کامل مرشد پانا بھوت مشکل ہے ۔ اسی واسطے
خدا بھی فرمایا ہے یہ اشارت فسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون
یعنی بوجو تمیں خدا کے دوستاں سوں اگر نا جانتے اچھیں گے تو فرد

بہائے دُر معما ماند الحال
اگر خواہی بپرس از صاحبِ حال

حیف اے سالک بج سے نا چھپا کر اس رسالے کیے
خبر تمام دیا ہوں ۔ اِس رسالے کو سمجھ کر جو کوئی اس راز کے باتاں
میں چلے گا تو اس سالک پر گمان کسی بات کا نا رہسی ۔ اپنے خدا

سکے گا۔ اِس راز کو تو کیا سمجھے گا یہاں تو واصل بھی سرگرداں ہے
یہ اشارہ سید محمد حسینی گیسو دراز سے سن۔ بیت

عجبے نیست کہ سرگشتہ بود طالبِ دوست
عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم

یعنی یہ بات عجب نہیں ہے کہ خدا کا طالب سرگرداں
ہے۔ عجب تو یہ ہے کہ میں خدا میں واصل ہوتے ہوئے سرگرداں
ہوں۔ حیف اے سالک خدا سے وصل کے بعد سرگردانی کیسی؟
غور کر معلوم ہوگا اور خدا اور بندہ فنا ہوئے بعد بقا کس کو کہتے
ہیں سو بتا۔ اگر تو سمجھ گیا تو واقعی تیری معراج ہے۔ اے سالک
یہ تمام باتیں سوائے مرشدِ کامل کی رہنمائی کے، معلوم کرنا بہت
مشکل ہے۔ اسی واسطے خدا بھی فرماتا ہے فسئلوا اھل الذکران کنتم
لا تعلمون۔ یعنی اگر تم نہیں جانتے تو خدا کے دوستوں سے پوچھو۔ فرد

بہاسے در معما ماند احوال
اگر خواہی بپرس از صاحبِ حال

حیف اے سالک تجھ سے کچھ نہ چھپا کر اس رسالے
کی تمام خبریں نے دے دی ہے۔ اس رسالے کو سمجھ کر جو کوئی راز
کی راہوں میں چلے گا تو اُسے کوئی گمان نہ رہے گا۔ وہ اپنے خدا

سوں مل کر اچھے گا۔ ہور ہمیشہ غنی ہو کر اچھے گا۔ حیف اے سالک
اس راز کوں تو کیا جانتا ہے۔ جو کوئی اس لذت کوں اپڑیا سو
اوچہ لذت چاکیا ہے۔ جو کوئی کثرتاں کے جال میں ہے سو اوبہا
اس راز کا نہیں جانتا ہے۔ جو کوئی اللہ اللہ کر پکارتے ہیں سو
اس راز کو جانتے نہیں۔ یہ اشارت نبی علیہ السلام سے سن۔
من عرف اللہ لا یقول اللہ وعن قال اللہ ۔ نبی علیہ
السلام کہے جو کوئی سمجے اللہ کوں سو نہیں کہتے اور جو کہتے سو نہیں
سمجے اللہ کوں۔ حیف اے سالک اتنی اشارت بس ہے اللہ کی
طلب کوں۔ زیادہ کہنا کیا حاجت ہے۔ اس میں بوجنا ہے تو بوج
نہیں تو مجے معذور رکھ۔ ہور یہ راز تمام جو تجھے کھولے اسے
رہ نما کر جان۔ اس راز کوں نا سمجا سکیا تو اُسے راہ زن کر جان
زیادہ کہنا حاجت نہیں۔ سالک کو اتنی اشارت بس ہے۔

تمت تمام شد

سے واصل ہوگا۔ ہمیشہ غنی ہوکر رہے گا۔ حیف اے سالک
اس راز کو تو کیا جانتا ہے۔ جس کسی کو یہ لذت میسّر آئی وہی
کچھ اس کا ذائقہ جانتا ہے۔ جو کثرت کے جال میں پھنس چکا ہے
وہ اس راز کی قیمت نہیں جانتا ہے۔ صرف اللہ اللہ کرنے والے
اس راز کو نہیں جان سکتے۔ نبی علیہ السلام کا یہ اشارہ سن
من عرف اللہ لا یقول اللہ ومن قال اللہ نبی علیہ السلام
نے فرمایا جس کسی نے اللہ کو سمجھ لیا ہے وہ دعویٰ نہیں کرتا اور
جو دعویٰ کرتا ہے اس نے خدا کو سمجھا نہیں۔ طلبِ خدا کے لئے اِس
قدر اشارہ کافی ہے۔ زیادہ کہنے کی حاجت نہیں۔ جو کہا ہے اسی
میں سمجھنا ہے تو سمجھ ورنہ مجھے معذور رکھ۔ جو یہ سارے راز حل
کرے اسے رہ نما سمجھ۔ اور جو یہ راز سمجھا نہ سکے اسے رہزن جان
زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ سالک کو اتنا اشارہ کافی ہے۔

تمت تمام شد

کتابیات

ا۔ مخطوطات

ا۔ تصوف شاملات ۳۷ — ترجمہ درالاسرار — کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد

۲۔ تصوف ۴۵ — درالاسرار — کتب خانۂ سالار جنگ، حیدرآباد

۳۔ تصوف ۴۶ — درالاسرار — کتب خانۂ سالار جنگ حیدرآباد

۴۔ تصوف ۴۷ — درالاسرار — کتب خانۂ سالار جنگ حیدرآباد

۵۔ تصوف ۴۸ — درالاسرار — کتب خانۂ سالار جنگ حیدرآباد

۶۔ تصوف ۱۰۵۶ جدید — درالاسرار — کتب خانۂ آصفیہ، حیدرآباد

۷۔ ۳۴۸۸ جدید — درالاسرار — کتب خانۂ آصفیہ، حیدرآباد

۸۔ شاملات ۴۲ — درالاسرار — کتب خانۂ آصفیہ، حیدرآباد

۹۔ ۶۹۵ — درالاسرار — ادارۂ ادبیاتِ اردو، حیدرآباد

۱۰۔ ۹۵ — درالاسرار — ادارۂ ادبیاتِ اردو، حیدرآباد

۱۱۔ ۳۶۸ — درالاسرار — ادارۂ ادبیاتِ اردو، حیدرآباد

۱۲۔ — درالاسرار — ذاتی کتب خانہ

۱۳۔ تصوف شاملات ۱۹ — کشف الاسرار — کتب خانۂ آصفیہ، حیدرآباد

۱۴۔ نمبر ۷۸، جلد نمبر ۲۷ — درالاسرار — کتب خانۂ روضتین، گلبرگہ

۱۵ - ۷۳۱	سب رس	ادارۂ ادبیات اردو، حیدر آباد
۱۶ - ۸۸۴	گفتارِ شاہ امین	ادارۂ ادبیات اردو، حیدر آباد

ا ز - مطبوعات

۱۔ اردو نثر کا آغاز اور ارتقا	ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ
۲۔ اردو کی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام	مولوی عبدالحق
۳۔ اردو قلمی کتابوں کی فہرست (سالار جنگ)	نصیر الدین ہاشمی
۴۔ اردو مخطوطات حصۂ اول و دوم	نصیر الدین ہاشمی
۵۔ اردو کی ادبی تاریخ	عبدالقادر سروری
۶۔ ارمغانِ سلطانی	محمد سلطان
۷۔ اسمار الاسرار	خواجہ بندہ نواز
۸۔ بصائر	سید لیاقت حسین شاہ قادری
۹۔ تاریخ ادبِ اردو	ڈاکٹر زور
۱۰۔ تاریخ ادبِ اردو	جمیل جالبی
۱۱۔ تاریخ زبانِ اردو	ڈاکٹر مسعود حسین خاں
۱۲۔ تاریخِ حبیبی ترجمہ	عبدالعزیز بن ملک
۱۳۔ تبصرۃ الخوارقات ترجمہ	سید من اللہ حسینی

کتاب	مصنف
۱۴۔ تذکرہ مخطوطات ۱ تا ۵ جلدیں	ڈاکٹر زور
۱۵۔ حضرت خواجہ بندہ نواز کا تصوف اور سلوک	ڈاکٹر میر ولی الدین
۱۶۔ حضرت خواجہ بندہ نواز کا تصوف اور سلوک	احمد حسین خاں
۱۷۔ جوامع الکلم ترجمہ ۲ جلدیں	سید اکبر حسینی
۱۸۔ دکن میں اردو	نصیر الدین ہاشمی
۱۹۔ دکنی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر زور
۲۰۔ سیرِ محمدی ترجمہ	محمد علی سامانی
۲۱۔ سید امین الدین علی اعلیٰ	ڈاکٹر حسینی شاہد
۲۲۔ ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر	محمد عمر
۲۳۔ مجلہ عثمانیہ دکنی نمبر	مصطفیٰ کمال
۲۵۔ اردوئے تہدیم	حکیم شمس اللہ قادری

DURUL ASRAR

Research Study, Edited Text and Modern Rendering of a famous work of sufism in Old Urdu attributed to Saint Khawja Banda Nawaz

DR. MEEM NOON SAYEED M.A., Ph.D.
(Dept. of Urdu, Bangalore University)

LANGUAGE & CULTURE ACADEMY
BANGALORE